ISSN:-2348-5035

اشاعت کا ۴۲ رواں سال | شمارہ نمبر-۱۲۹

سہ ماہی
انتساب عالمی، سرونج
اپریل تا جون ۲۰۲۳ء

سرپرست
انل اگروال

ترتیب
ڈاکٹر سیفی سرونجی

Mob.: 9425641777

بیرون ممالک کے سرپرست

پاکستان
آغا علی رضا
Mob.:+92 314 3670265

کنیڈا
ناصر بغدادی

امریکہ
پروین شیر

انگلینڈ
احمد مسعود

ابوظہبی
یعقوب تصور

جرمنی
سرور غزالی

مدیر : آفاق سیفی
Mob.: 9977955000

نائب مدیرہ : استوتی اگروال
Mob.: 9575089694

کمپوزنگ : حنیف اوّل

زرِ رفاقت

ہندوستان

فی شمارہ	چار شمارے
200 روپۓ	800 روپۓ

اس شمارے کی قیمت: ۲۰۰ روپۓ

برطانیہ

-/10 پونڈ　-/40 پونڈ

یورپ

-/8 یورو　-/32 یورو

امریکہ

-/30 ڈالر　-/120 ڈالر

سعودی عرب

-/40 ریال　-/160 ریال

عرب امارات

40 درہم　160 درہم

ADDRESS: SAIFI LIBRARY, SIRONJ-464228(M.P.)
Email : saifi.sironji2015@gmail.com, stuti9575@gmail.com
SAIFI SIRONJI UNION BANK OF INDIA A/C NO. 373402010002987
BRANCH PIN:464228 IFSC CODE :UBIN 0537349

حبیب سیفی: بحیثیت شاعرِ اطفال

☆ محمد معین الدین

شعبۂ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج، جواہر لعل نہرو مارگ، نئی دہلی

Mob.: 9958021588

self attested

بچوں کا ادب تخلیق کرنا حقیقی رو سے دیکھا جائے تو آسان کام نہیں ہے۔ بچوں کا ادب لکھنے کے لیے فن کار کو بچہ بننا، خود کو بچپن میں لے جانا اور اُس ماضی کی دنیا سے رشتہ اُستوار کرنا پڑتا ہے جسے اُس نے کھیل کود میں دیکھا تھا اور جو اُس کے لاشعور کے نہاں خانوں کا حصہ بن گئی ہے۔ چنانچہ اُن بھولی بسری یادوں کو از سرِ نو اُسی ماضی کی دنیا میں جا کر سوچنا اور غور و فکر کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر ادبِ اطفال کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے لے کر دور حاضر تک اس میدان میں لکھنے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں لیکن گزشتہ صدی سے رواں صدی تک اس میدان میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ حامد اللہ افسر سے لے کر احمد ندیم قاسمی، جگن ناتھ آزاد، اشرف صبوحی، راجہ مہدی علی خان، ظ۔ انصاری، مظہر الحق علوی، عفت موہانی، شفیع الدین نیّر، شان الحق حقی، ملک زادہ منظور احمد، مظفر حنفی، عمیق حنفی، محبوب راہی، وکیل نجیب، رونق جمال، بانو سرتاج، محمد خلیل، متین اچل پوری، حیدر بیابانی وغیرہ سے ہوتا ہوا یہ سلسلۂ دراز حبیب سیفی سے منسلک ہو جاتا ہے۔

حبیب سیفی کی پیدائش ۱۹۷۵ء میں اتر پردیش کے ضلع امروہہ کے موضع یعقوب پور (جو فی زمانہ آغاپور کے نام سے معروف ہے) میں ہوئی۔ ان کا اصل نام حبیب اللہ ہے مگر ادبی دنیا میں حبیب سیفی کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ادب کی تقریباً سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ان کا اوّلین مجموعۂ غزلیات 'دیدہ ور' ۲۰۰۷ء میں منظر عام پر آیا اور دوسرے شعری مجموعہ 'متاعِ خواب' نے ۲۰۱۹ء میں ادب کے دروازے پر دستک دی لیکن جلد ہی حبیب سیفی کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ انھیں بڑوں کے ادب کے ساتھ ساتھ بچوں کے ادب پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے قلم کی سمت و رفتار کو ادب اطفال کی طرف موڑ دیا۔ جہاں انھوں نے غزل کی دنیا آراستہ و پیراستہ کی تو وہیں انھوں نے بچوں کی دنیا بھی آباد کی۔

بچوں کے حوالے سے ان کی پہلی کتاب 'درخشندہ ستارے' کے نام سے ۲۰۱۳ء میں منظرِ عام پر

ISSN:-2348-5035

اشاعت کا ۱۴ واں سال — شمارہ نمبر-۱۲۶

سہ ماہی
انتساب عالمی، سرونج
جولائی تا ستمبر ۲۰۲۲ء

سرپرست
انل اگروال

ترتیب
ڈاکٹر سیفی سرونجی
Mob.:9425641777

بیرون ممالک کے سرپرست
کنیڈا
ناصر بغدادی
امریکہ
پروین شیر
انگلینڈ
احمد مسعود
پاکستان
سید معراج جامی
مسعود تنہا، ذوالفقار احسن
ابوظہبی
یعقوب تصور
جرمنی
سرور غزالی

مدیر : آفاق سیفی
Mob.: 9977955000
نائب مدیر : استوتی اگروال
Mob.: 9575089694
کمپوزنگ : حنیف اوّل

زرِ رفاقت

ہندوستان

فی شمارہ	چار شمارے
200روپے	800روپے

اس شمارے کی قیمت: ۲۰۰ روپے

برطانیہ

-/20پونڈ -/80پونڈ

یورپ

-/16 یورو -/64 یورو

امریکہ

-/60 ڈالر -/240 ڈالر

سعودی عرب

-/80 ریال -/320 ریال

عرب امارات

80 درہم 320 درہم

ADDRESS SAIFI LIBRARY, SIRONJ-464228(M.P.)
Email: saifi.sironji2015@gmail.com, stuti9575@gmail.com
SAIFI SIRONJI UNION BANK OF INDIA A/C NO. 373402010002987
BRANCH PIN:464228 IFSC CODE: UBIN0537349

انقلابی قلندر کے قلندری رموز

☆ محمد معین الدین
فلیٹ نمبر:706، اوسوال گارڈن، کنکیا روڈ، لکشمی پارک
میرا روڈ (ایسٹ)، تھانے، مہاراشٹرا-401107
Mob.:9958021588

self attested

زود گوئی اور بسیار نویسی دونوں ہی عموماً عیب تصور کیے جاتے ہیں مگر جب خدائے بخشندہ ہی ایسی سعادت بخش دے تو وہی عیب ہنر بن جاتا ہے اور موئے قلم سے نکلنے والا ہر لفظ مستند ہو جاتا ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کچھ یہی خوبیاں اردو زبان و ادب کے جواں سال انقلابی قلندر ڈاکٹر مستمر کو منجانب اللہ ملی ہیں جو اردو کی شعری و نثری دونوں ہی اصناف پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ افسانہ نگاری، ناول نگاری، تنقید، تحقیق اور ترجمہ نگاری کے علاوہ غیر اردو داں طبقے کے لیے اردو قواعد پر مبنی تدریسی (ٹکسٹ بک) و عملی (ورک بک) کتابیں بھی انھوں نے تصنیف کی ہیں۔ شاعری اُن کے رگ و پے میں اوائل عمری سے ہی شامل رہی ہے، بالخصوص غزل گوئی سے فطری لگاؤ ہے، حمد، نعت، نظم، رخصتی اور سہرے بھی گاہے بہ گاہے تحریر فرماتے رہتے ہیں۔ مختلف موضوعات سے متعلق درجن بھر کتابیں منظر عام پر آ چکیں ہیں۔ اگر ایک طرف اُن کی تخلیقی اور ادبی صلاحیت کی غماز ہیں تو دوسری طرف کمیت و کیفیت کے اعتبار سے بھی معاصرین میں اُنھیں فوقیت و انفرادیت عطا کرتی ہیں۔

چونکہ اس مضمون کا مقصد ڈاکٹر مستمر کی شاعری کو زیر بحث لانا ہے لہذا ان کے تازہ ترین شعری مجموعے ''انقلابی قلندر'' کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ جس میں حمد و نعت کے علاوہ ایک سو چالیس غزلیں شامل ہیں۔ انھوں نے سلف صالحین کی اقتدا میں اپنی کتاب کا آغاز حمدیہ اور نعتیہ کلام سے کیا ہے، جہاں ان کی حمد ''کن فیکون'' کی سچی تعبیر ہے تو وہیں ان کا نعتیہ کلام مسدسِ حالی جیسی سلاست و شگفتگی سے

سہ ماہی

فیضانِ ادب

بین الاقوامی علمی، ادبی اور تحقیقی جریدہ

جلد نمبر 8 شمارہ 2

اپریل تا جون 2023ء

مدیر

ڈاکٹر فیضان حیدر

ادارۂ تحقیقات اردو و فارسی، پورہ معروف، کرتھی جعفر پور، مئو، یو پی 275305

Quarterly *FAIZAN-E-ADAB*

An International Refereed Research Value Journal

Vol. VIII, Issue: II, April to June 2023

RNI: UPURD/2018/74924 —— ISSN: 2456-4001

Website: www.uprorg.in

سرپرست: مولانا ارشاد حسین

مدیر: ڈاکٹر فیضان حیدر (+917388886628)

مجلس مشاورت

پروفیسر شارب ردولوی (لکھنؤ)
پروفیسر نسیم احمد (وارانسی)
پروفیسر سید حسن عباس (وارانسی)
پروفیسر سید وزیر حسن (وارانسی)
پروفیسر سید محمد اصغر (علی گڑھ)
پروفیسر جاوید حیات (پٹنہ)
ڈاکٹر محمود احمد کاوش (نارووال)
ڈاکٹر محسن رضا رضوی (پٹنہ)
ڈاکٹر ذیشان حیدر (لکھنؤ)

مجلس ادارت

پروفیسر عابد حسین حیدری (سنبھل)
ڈاکٹر سید نقی عباس (مظفر پور)
ڈاکٹر ظہیر حسن ظہیرؔ (مئو ناتھ بھنجن)
ڈاکٹر سید الفت حسین (بیگوسرائے)
ڈاکٹر فیضان جعفر علی (پورہ معروف)
ڈاکٹر شمیم احمدؔ (مئو ناتھ بھنجن)
ڈاکٹر مہناز انجم (نارووال)
جناب وکاس گپتا (دہلی)
جناب محمد رضا ایلیاؔ (مبارک پور)

قیمت: فی شمارہ 250 روپے ✵ سالانہ: 1000 روپے

مجلّے کی سالانہ خریداری کے لیے www.uprorg.in پر لاگ اِن کریں اور ممبرشپ لیں۔ تخلیقات اور مضامین faizaneadab@gmail.com اور info@uprorg.in پر روانہ کریں۔

آن لائن رقم ٹرانسفر کرنے کی تفصیل:

Account No.: 735801010050190, Name: FAIZAN E ADAB, Union Bank of India, Kurthi Jafarpur Branch, Ifsc : UBIN0573582

UPI ID: 8707337737@uboi

✵ مقالہ نگاروں کی آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
✵ مقالوں کی ایڈیٹنگ میں ادارہ آزاد ہے۔
✵ ’فیضان ادب‘ کے مکمل حوالے کے ساتھ مضامین یا اقتباسات نقل کیے جا سکتے ہیں۔
✵ تمام تر قانونی چارہ جوئی صرف مئو کی عدالت میں ہی ممکن ہے۔

ثبوت ہے۔ ارشاد امروہوی نے شاہد کمال کی شاعری پر تبصرہ کرتے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بہت حد تک حقیقت وواقعیت کے قریب ہے وہ لکھتے ہیں :۔ کلام میں فن کی پختگی، فکر کی ندرت، تخئیل کی انفرادی پرواز، لفظوں کا نیارنگ وآہنگ، احساسات وجذبات کا طنطنہ، کچھ اچھوتے موضوعات کا انکشاف، روایتی شاعری سے تعمیری گریز اور جدید فکر سے محتاط قسم کا ربط ضبط، تشبیہات واستعارات کا نیا نظام جیسے صفات ان کی شاعری کے خصوصی وصف ہیں۔

❁❁❁

ڈاکٹر محمد معین الدین
شعبۂ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج (دہلی یونی ورسٹی)، نئی دہلی۔ رابطہ:9958021588

حبیب سیفی کی غزل گوئی

تلخیص:
آج ہم اکیسویں صدی کے دو عشرے مکمل کر چکے ہیں۔ ان دو عشروں میں حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ ادبی، سماجی، معاشی، اقتصادی اور عمرانی گو کہ ہر اعتبار سے۔ ان تبدیلیوں کو ہمارے شاعروں، ادیبوں نے بھی خوب محسوس کیا اور ان بدلتے ہوئے اثرات کو اپنی تحریروں اور فن پاروں کا حصہ بنایا۔ حبیب سیفی کا تعلق کچھ ایسے ہی فنکاروں سے ہے کہ جنھوں نے بدلتے ہوئے حالات کو محسوس کیا، ان کے تئیں غور وفکر کیا اور تدبر وتفکر کے عمل سے گزر کر ان تمام حالات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ چنانچہ حبیب سیفی ایک ایسے شاعر کے طور پر اپنی پہچان بنا چکے ہیں کہ جن کے یہاں اکیسویں صدی کے تخلیقی سروکار جنم لیتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ اس طرح کی سماجی، نفسیاتی عمرانی اور اقتصادی کیفیات وحالات دوسروں کے یہاں نہیں پائے جاتے ہیں۔ بالکل پائے جاتے ہیں مگر حبیب سیفی کی غزلوں کا رنگ وآہنگ اپنے معاصرین سے الگ بھی ہے اور کہیں کہیں مماثلت بھی رکھتا ہے مگر اس مماثلت میں موضوعات کی مطابقت تو ہے مگر ان کے کہنے کا ڈھنگ جدا ہے۔ جہاں سے فنکار کا اپنا اسلوب جنم لیتا ہے۔ حبیب سیفی کا کمال یہی ہے کہ وہ زندگی اور زندگی سے متعلق سرنامے کو اپنے رنگ وروغن کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان کی غزلوں کا آہنگ، بیانیہ اور خطابیہ لہجہ بے ساختہ قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ ان کی غزلوں کی گونج میں وہ احساسات وجذبات اور خیالات کارفرما رہتے ہیں جن کا تعلق سماج ومعاشرے کے کربِ دروں سے وابستہ ہوتا ہے لیکن ہر کربِ دروں کا تعلق پہلے اس کے خارجی ماحول سے ہوتا

ISSN 2321-4627

اگست 2022ء

-/15 روپے

ماہنامہ قومی زبان حیدرآباد

تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی کا علمی، ادبی، لسانی، فنی وثقافتی جریدہ

QAUMI ZABAN Monthly, Hyderabad

٧٦ واں جشن آزادی ہند مبارک

www.urduacademyts.com

QAUMI ZABAN Monthly, Hyderabad.

جلد : 07 شمارہ : 08 اگست 2022ء

زیرنگرانی
محمد خواجہ مجیب الدین
صدر تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی

ایڈیٹر
شاہنواز قاسم آئی پی ایس
ڈائریکٹر/سکریٹری تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی

ناشر و طابع

تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی
چوتھی منزل، حج ہاؤز، نامپلی
حیدرآباد-500 001 (تلنگانہ)

مقام اشاعت : تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی

ترتیب و تزئین : محمد ارشد مبین زبیری

کمپوزنگ، ڈیزائننگ : محمد اعظم علی

قیمت -/15 روپے سالانہ -/150 روپے

Total Pages : 84

قومی زبان کی خریداری کے لیے چیک ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام ڈائرکٹر/سکریٹری تلنگانہ ریاستی اُردو اکیڈیمی روانہ کریں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

☆

"قومی زبان" میں شائع شدہ مضامین میں اظہار کردہ خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

☆

Printed by Shah Nawaz Qasim and published by Shah Nawaz Qasim on behalf of Telangana State Urdu Academy Minorities Welfare Dept., Government of Telangana.
Printed at M/s. Taha Enterprises, Printing and Packaging, 11-6-833, Red Hills, Lakdi ka Pul, Hyderabad-500004, T.S..

Published at 4th Floor, Haj House, Nampally, Hyderabad-500 001 Telangana State.
Ph: No. 040-23237810 Fax: 040-66362931
Email: qaumizaban.tsua2015@gmail.com
website : urduacademyts.com

قرینہ

ہم کلامی : شاہنواز قاسم آئی پی ایس ڈائرکٹر/سکریٹری 4
اپنی بات : محمد خواجہ مجیب الدین صدر تلنگانہ ریاستی اردو اکیڈیمی 5

76 واں جشن آزادی ہند

آزادی ہند میں اردو صحافت کا کردار : ڈاکٹر محمد دانش غنی 6
جس دن ہندوستان آزاد ہوا : مفتی عبدالحلیم خان قاسمی 14

یادرفتگاں

محبوب الخلائق آصف جاہ سادس اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علی خان بہادر : ڈاکٹر محمد عظمت اللہ خان احساس 17
خواجہ حیدر علی آتش : ڈاکٹر محمد اکبر 24
شیخ ابراہیم ذوق : مولانا مولوی محمد منیر صاحب منیر لکھنوی 32

مضامین

آثار الصنادید کی افادیت و اہمیت : ڈاکٹر شہناز بیگم 36
خداشناس شہزادی "جہاں آرا" : ڈاکٹر عبدالمغنی صدیقی 43
رئیس المتغزلین جگر مرادآبادی کی شاعری : ڈاکٹر شاہانہ مریم شان 50
ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کی تنقیدی خدمات : نظیر احمد گنائی 57
مکرم نیاز کے افسانوی مجموعے "راستے خاموش ہیں" : علیزے نجف 62

حفظان صحت

تفریحی سرگرمیوں کی اہمیت : ڈاکٹر روبینہ 67

بچوں کا ادب

جنوبی ہند میں بچوں کی نظمیں، تاریخی جائزہ : ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی 72

صحافت

عزیز الاخبار۔ قدیم حیدرآباد کا نایاب اخبار : ظہیر دانش عمری 76

حصہ نظم

غزلیں: : سید مسرور عابدی ۔ منورالنساء منور 80
رئیس صدیقی - مختار ٹونکی 81
عابد رشید - سیف نظامی 82

oOo

قومی زبان
اگست 2022ء

رئیس المتغزلین جگر مرادآبادی کی شاعری

بیسویں صدی کے ایون غزل کے اہم ستونوں میں رئیس المتغزلین جگر مرادآبادی کا شمار ہوتا ہے، جنہیں شہنشاہ تغزل بھی کہا جاتا ہے۔اردو غزل اور اس کی کلاسیکی روایات کو زندہ رکھنے اور اسے ترقی پذیر بنانے میں حسرت موہانی، فانی بدایونی، اصغر گونڈوی کے ساتھ ساتھ جگر مرادآبادی کا بہت بڑا حصہ رہا۔یہی اردو غزل کے وہ چار پائیدار ستون ہے جن پر جدید غزل کی خوبصورت عمارت قائم ہے۔

علی سکندر جگر مرادآبادی کی پیدائش ۶/ اپریل ۱۸۹۰ کو مرادآباد یوپی میں ہوئی۔جگر مرادآبادی جس گھرانے میں پیدا ہوئے اس گھرانے کا اوڑھنا بچھونا شاعری رہا۔ علی سکندر جگر مرادآبادی کے والد محمد علی نظر اور ان کے دادا حافظ امجد علی اور ان کے پردادا حافظ نور محمد سب اپنے زمانے کے مانے ہوئے شاعر تھے۔اس طرح جگر مرادآبادی کو شاعری ورثہ میں ملی۔بقول جگر اپنے دادا کا شعر جو انہیں بے حد پسند رہا:

لطف جاناں رفتہ رفتہ آفت جاں ہو گیا
ابر رحمت اس طرح برسا کہ طوفان ہو گیا

اور اپنے والد کے اس شعر کو بہت زیادہ پسند فرماتے ہیں:

وہ یہاں آئے ہم وہاں پہونچے
... شکوہ ہمیں گلہ نہ رہا

... جس ماحول میں آنکھ کھولی اس کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ شعر گوئی کریں۔وہ ابتدائی شباب سے ہی شعر گوئی اور شراب نوشی کرنے لگے۔شاعری میں اپنے والد سے اصلاح لیتے رہے اور بعد میں داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی، اور امیر اللہ تسلیم سے بھی اپنی غزلوں پر اصلاح لی۔

جگر کے ابتدائی کلام میں شراب وشباب، رند و مستی کی مدہوشی نظر آتی ہے حسن و عشق کی سرشاری نظر آتی ہے۔جگر شاعری ایسی کرتے کے عشق ومحبت کا سچا آئینہ نظر آتا اور سوز وگداز، کیف و مستی کی کیفیت ان کے کلام میں جا بجا ملتی ہے۔جگر فرماتے ہیں:

اگر نہ زہرہ جبینوں کے درمیاں گزرے
تو پھر یہ کیسے کٹے زندگی کہاں گزرے

جگر کے مزاج میں شگفتگی اور رنگینی ملتی ہے اور شراب نوشی اتنی کرتے کہ مشاعرے کے بعد لوگ انھیں اٹھا کر گھر لاتے۔شاعری اور شراب نوشی جگر کی زندگی کا لازمی جز تھا۔بقول جگر:

سب کو مارا جگر کے شعروں نے
اور جگر کو شراب نے مارا
پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روز حساب کا دھڑکا

جگر اپنے ابتدائی دور کی شاعری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "میری شاعری غزل ہی تک محدود ہے اور چونکہ حسن وعشق میں میری زندگی ہے اور بعض مستثنیات کو چھوڑ کر

www.urduacademyts.com

کبھی دوسرے میدان میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکا''۔

جگر اپنے شعر وادب پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی زندگی اور ان کی شاعری میں بالکل مطابقت ہے تضاد نہیں۔

طول غم حیات سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہ ہو

جگر اپنے عہد شباب میں از حد بادہ نوشی کی لت کی وجہ سے پرسکون ازدواجی زندگی بسر نہیں کر سکے۔ پہلی بیوی وحیدن بیگم جلد ہی داغ مفارقت دے گئیں، اور دوسری ازدواجی زندگی بھی زیادہ عرصہ تک نبھ نہیں سکی۔ جگر کی کثرت بادہ نوشی کی لت، بے پرواہیوں اور بے احتیاطیوں کی بدولت ان کی جوانی میں ازدواجی خوشیاں نصیب نہیں ہوئیں، لیکن زندگی کے آخری عرصہ میں ازدواجی زندگی سے منسلک ہوگئے۔ اس بات کا جگر کو تاعمر صدمہ رہا۔ اپنی شاعری میں اپنے اس درد کو یوں پیش کیا کہ:

تم مجھ سے چھوٹ کر رہے سب کی نگاہ میں
میں تم سے چھوٹ کر کسی قابل نہیں رہا

جگر اپنی ذاتی زندگی کا نوحہ کچھ یوں رقم کرتے ہیں کہ:

گ[illegible] گزار رہا ہوں ترے بغیر
[illegible] کئے جا رہا ہوں میں

جگر کی زندگی میں اصغر گونڈوی کا بہت اثر رہا۔ جگر کی ملاقات حضرت اصغر سے ۱۹۱۹ء میں ہوئی، اصغر کا اثر جگر پر اتنا گہرا ہوا کہ وہ ان کے دل و دماغ پر چھا گئے۔ وہ جگر کے مربی اور ذہنی پیشوا بن گئے جگر کہتے ہیں:

حریم حسنِ معنی ہے جگر کاشانۂ اصغر
جو بیٹھو، با ادب ہو کر، تو اٹھو، باخبر ہو کر

یوں تو ہونے کو جگر اور ہیں اہلِ کمال
خاص ہے حضرت اصغر سے ارادت مجھ کو

یہاں تک کہ اصغر گونڈوی نے اپنی سالی نسیم سے جگر کا دوسرا نکاح بھی کروایا۔ قسمت کی ستم ظریفی دیکھیں کہ یہ نکاح بھی نبھ نہیں پایا۔ اور بعدِ طلاق جگر کی دوسری اہلیہ اصغر گونڈوی کی زوجیت میں آ گئیں اور پھر کچھ ہی وقت بعد اصغر داغ مفارقت دے گئے۔ جگر نے دوبارہ سے نسیم سے نکاح کر کے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ یوں تو جگر طبعاً حسن و عشق کے شاعر واقع ہوئے لیکن ان کی ازدواجی زندگی کے واقعات و حادثات نے انہیں از حد رومانی بھی بنا دیا۔ جگر محبت کے شاعر ہیں۔ جگر کا مزاج عاشقانہ اور حسن و عشق ہی ان کی دنیا رہی۔ جگر نے ساری زندگی حسن و عشق کے نغمے گائیں۔ آل احمد سرور رقم طراز ہیں کہ:

''انہوں نے زندگی اور حسن کو جیسا پایا ہے بے نقاب کیا۔ جگر کی عشقیہ شاعری میں گہرائی اور حقیقت نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ سے رومانیت وقیع ہوگئی اور ان کا ادبی مرتبہ مستحکم''۔ (آتش گل۔ دیباچہ)

جگر نے صنف غزل کو اپنایا اور اسی صنف میں اپنا لوہا منوایا۔ جگر کی انداز شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی فکر شعر میں شراب کی سرمستیاں چھائی ہوئی ہیں۔ جگر کی شر نگار اور خمریہ شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو ایک

51/84

www.urduacademyts.com

تغزل کی تاثیر ملتی ہے۔جگر کی شعر خوانی کا نرالا انداز ہے،موسیقیت نغمہ ریزی اور دل کو محو کر جانے والی ان کی انفرادیت ہے۔ ان کی شاعری کی رومانیت میں بھی روحانیت کا پرتو نظر آتا ہے۔ان کے مجاز میں حقیقت کا عکس نمایاں ہے۔ بقول جگر:

نمودِ صبح کاذب ہی دلیل صبحِ صادق ہے
اُفق سے زندگی کی دیکھ وہ اُبھری کرن ساقی

بقول عرش ملسیانی جگر کی شاعری میں جذبہء صادق،اعتراف گنہہ،تیقن عشق،احترام محبوب سے والہانہ پن ملتا ہے۔حسن وعشق ہی ان کی دنیا رہی اور رندومستی ان کا سرمایہ زندگی رہا۔جگر ایک حساس دل اور متوازن طبعیت رکھتے تھے۔انہوں نے زمانوں کے تقاضوں کوحسن وعشق کے تقاضوں کے ساتھ محسوس کیا اورانھیں شعری جامہ پہنایا۔رشید احمد صدیقی فرماتے ہیں ''جگر میں بے پایاں سرشاری اور سپردگی کے ساتھ عشق اور اس کے متعلقات کا جو احساس یا بصیرت ملتی ہے وہ ان کی شخصیت کو بہت دل آمیز ومحترم بنا دیتی ہے''۔جگر فرماتے ہیں:

[illegible]ق بھی ہے بلند سطح عوام سے
[illegible]بھی مرے درد دل کی دوا نہیں

یہ سچ ہے کہ حیات جگر کا بیشتر حصہ رندی ومستی میں گذرا،مگر تاثیر کلام کی پاکیزگی اپنی جگہ برقرار ہے۔اور یہی وصف خاص ان کو دیگر شعراء کے کلام میں منفرد کرتا ہے۔جگر کی سادگی ءمئے کشی کی انتہا تو دیکھئے کس سادگی ومعصومیت سے وہ فرماتے ہیں:

اے رحمت تمام مری ہر خطا معاف
میں انتہائے شوق میں گھبرا کے پی گیا
پیتا بغیر اذن یہ کب تھی مری مجال
درپردہ چشمِ یار کی شہ پا کے پی گیا

جگر کے اشعار میں عشق کا جو تصور ملتا ہے وہ ان کے ذاتی احساسات اور تجربہ پر مبنی ہے شاید اسی لئے ان کے اشعار میں تاثیر اور جگر کاٹنے کی کیفیت ملتی ہے۔جگر عشق راہ پر خار پر چلتے رہے اور اس راہ دشوار گذار کی وجہ جو آبلے پڑے اس کا اندازہ انہیں بہ خوبی تھا۔جگر نے اپنے اس تجربہ کوشعری صورت میں یوں ڈھالا کہ:

یہ عشق نہیں آسان بس اتنا سمجھ لیجئے
ایک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

جگر کا محبوب کوئی خیالی یا فرضی نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ حقیقت میں اس کے ہجر وفراق میں تڑپتے ہیں۔ان کے عشقیہ اشعار محض فرضی داستانیں نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے وہ ذاتی تجربات ہیں جو وہ ان مراحل سے گذر کر کہے ہیں جس کے طفیل جگر ایسے شعر کہنے پر قادر ہوئے۔

محبت عین مجبوری ہی سہی لیکن یہ کیا واعظ
مجھے باور نہیں آتا میرا مجبور ہوجانا

یا پھر یہ شعر:

وفا کا نام کوئی بھول کر نہیں لیتا
تیرے سلوک نے چونکا دیا زمانے کو

مضامین

www.urduacademyts.com

جگر محبت کو فیضان الٰہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں:

اللہ اگر توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

جگر اپنی خوش بیانی کے باعث بہتوں پر بازی لے گئے، ان کی شاعری نہایت ہی خوش آہنگ اور مترنم ہیں، ان کے نزدیک حاصل کائنات اور حقیقت کائنات محض حسن ہے، ان کی غزلیں استعارات وتشبیہات اور تغزل سے بھرپور ہیں۔ جگر کے کلام میں زندگی کا احترام، آدمیت کی قدر اور حسن کی سرشاری و مستی سے مملو ہیں۔ جگر اپنے کمال فن کا سبب اپنی محبت اور محبوب کو ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں:

میر اکمال شعر بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے، میں زمانہ پہ چھا گیا

جگر کا یہ دعوی ایک حقیقت بن گیا اور وہ غزل کے شاعر کی حیثیت سے اپنے فن شعر سے نہ صرف خود تڑپتے رہے بلکہ ہر سننے والے کو تڑپاتے رہے۔ جگر کے کلام میں سوز و گداز، سرمستی وشادمانی کی کیفیات ملتی ہیں۔ لیکن جگر نے اس کے اظہار میں توازن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جگر کو گر کچھ یادرہا تو وہ صرف محبت رہی۔ فرماتے ہیں:

دنیا کہ ستم یاد نا اپنی وفا یاد
اب مجھ کو نہیں کچھ بھی محبت کے سوا یاد

جگر کے غم عشق میں ایک عجیب وغریب کیفیت ملتی ہے جو بہت لطیف ہوتے ہوئے بھی مسرت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے غم یار کو اپنی ذات کے لئے ناگزیر بنالیا اور کہتے ہیں:

میں رہین درد سہی مگر مجھے اور چاہئے کیا جگر
غم یار ہے مرا شیفتہ میں فریفتہ غم یار پر

جگر نے محبت کو کبھی یکطرفہ نہیں جانا وہ اس بات کے قائل رہے کہ دونوں طرف آگ برابر لگی رہی اور وہ اپنے محبوب کو اپنے عشق سے اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی محبت کے ساتھ ان کے جذبوں کا جواب دیں، چاہنے اور چاہے جانے کی کیفیت سچی محبت اور سچے عاشق کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جگر نے ان کیفیات کو یوں ظاہر کیا ہے کہ:

ارض نیاز عشق کا چاہئے کیا اور صلہ
میں نے کہا بہ چشم نم اس نے سنا بہ چشم تر

ایک اور مقام پر جگر کہتے ہیں

جہاں وہ ہے وہیں میرا تصور
جہاں میں ہوں خیال یار بھی ہے

جگر کے کلام کی اصل پہچان غزل میں تغزل، کلام میں سوز وگداز، شعر خوانی میں موسقیت، ترنم نغمہ ریزی رچی بسی ہے، ان کے کلام کے دو اہم پہلو ایک شراب وشباب کی رند ومستی ہے تو دوسرا اہم رخ عشق حقیقی سے سرشاری ہے۔ ابتدائی کلام میں شراب شباب رند ومستی حسن وعشق میں پھنسے رہے، لیکن جب وقت نے کروٹ لی اور ملک کے حالات بدلے ہنگامے برپا ہوئے، قیامت خیز تباہی ہوئی، ملک تقسیم ہوا، ہجرت کا سانحہ ہوا، خون ریزی ہوئی، قتل و غارت گری ہوئی اور تڑپتی انسانیت کو دیکھا، ملک کی تہذیب

www.urduacademyts.com

کو دم توڑتے دیکھا تو جگر کو کافی صدمہ ہوا اور وہ اندر سے ٹوٹ کر رہ گئے۔ ان کے تڑپتے دل کی پکار بن ان کی شاعری سے آتش گل نمودار ہوئی۔ ان حالات میں جگر پر جو ذہنی انقلابی تغیر نمودار ہوا وہ آتش گل کے نام سے تیسرا مجموعہ کلام منصۂ شہود پر آیا جو انسانیت سے حد درجہ محبت کی دلیل ہے۔ جگر دعا گو ہے کہ:

خدا کرے نہ پھر آنکھوں سے یہ سماں گذرے

جگر نے اپنی غزلیات میں غزل مسلسل کا رنگ پیدا کیا جن کی نمائندہ غزل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

جب نگاہ اٹھ گئی اللہ رے معراج شوق
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ جان بہار آ ہی گیا

اس غزل کا مقطع جگر کی شاعرانہ تغزل اور محاکات کا نمائندہ ہے:

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

جگر نے اپنی غزل مسلسل میں وہ حرکیاتی کیفیت پیدا کی ہے جس کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ آنکھوں کے [illegible] ہے:

[illegible] اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آرہے ہیں وہ جا رہے ہیں
شراب آنکھوں سے ڈھل رہی ہے نظر میں مستی ابل رہی ہے
جھلک رہی ہے اچھل رہی ہے پئے ہوئے ہیں پلا رہے ہیں

جگر کا کمال یہ ہے کہ ان کی شاعری میں خشک موضوعات نہیں ملتے۔ وہ ہر حال میں بے خودی کے نغمے گاتے ہیں جس میں حسن وعشق کے قصے ضرور ہوتے ہیں اور جو فکر شاعر میں اسے اس مقام تک ضرور پہنچا دیتے ہیں جہاں عشق حقیقی کا رنگ ملتا ہے۔ یوں تو جگر نے حسن وعشق اور تصور محبوب کے موضوعات کو اپنی غزل میں شامل کیا، اس نازک وقت میں جب کہ غزل کو کمتر درجہ دیا جا رہا تھا۔ انہوں نے غزل کے وقار کو بلند کیا بلکہ غزل میں تغزل بھر کر اسے جان شعر (روح شعر) بنا دیا۔ جگر کی غزلوں میں الفاظ نرم اور رواں ہوتے ہیں جس سے خود بہ خود موسیقی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً:

جب مسرت قریب آئی ہے
غم نے کیا کیا ہنسی اڑائی ہے

جگر اپنے فن شعر میں الفاظ اور محاورے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ جذبات کے تیز بہاؤ کے ساتھ الفاظ ومحاورے کے برجستہ استعمال نے ان کے کلام کو پرکشش بنا دیا ہے۔ ان کی شاعری صرف غم جاناں تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک حساس شاعر اور سماج کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے انہوں نے ملک کی مختلف مصیبتوں کا ذکر کیا ہے گو کہ وہ بنیادی طور پر سیاسی شاعر نہیں ہے بلکہ ان کا یہ دعوی ہے کہ وہ محبت کے بندے ہے اور محبت کا پیغام دینا ہی ان کا فرض عین ہے اسی لئے اہل سیاست کو مخاطب کر کے کہتے ہے کہ:

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

www.urduacademyts.com

قحط بنگال پر جگر تڑپ اٹھے اور کہنے لگے کہ:

بچوں کا تڑپنا و بلکنا و سسکنا
ماں باپ کی مایوس نظر دیکھ رہا ہوں

ہندوستان میں جب اعلان جمہوریت ہوا تو جگر نے لکھا کہ:

خدا کرے یہ دستور ساز گار رہے
جو بے قرار ہے اب تک انہیں قرار آیا

۱۹۴۱ سے لے کر ۱۹۵۷ کے کلام جگر میں ایک عظیم انقلابی تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔ان کی شخصیت پہلے سے زیادہ محبوب، دلآویز و محسور کن بن چکی تھی۔ان کا کلام پہلے سے زیادہ نکھرا ہوا ملتا ہے۔وہ جذبہء روحانیت سے لبریز اور عشق حقیقی سے سرشار نظر آتے ہیں۔،اور ان کے کلام میں ہر سو خدا کی قدرت کے آثار نظر آتے ہیں۔اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا وہ درد محبت ہر ایک کو بخشا
کہ جس میں روح کی تسکین پائی جاتی ہے

آسان نہیں معاملۂ جلوہ و نظر
چشمِ کلیم چاہئے دیدار کیلئے

اس فانی زندگی کی حقیقت کے اسرار و رموز کو جگر سمجھنے لگے تو یہ کہنے پر قادر ہوئے کہ:

ہستی کے نکات پوچھتا ہے
غافل تجھے اپنی بھی خبر ہے

قیودِ دو عالم سے آزاد ہوکر
حدود محبت بڑھاتا چلا جا

جگر نے اردو کے علاوہ فارسی زبان میں بھی شاعری کی ہے جگر کے تین اردو مجموعہ کلام ہیں۔داغ جگر ۱۹۲۲، شعلہ طور ۱۹۳۲، آتش گل ۱۹۵۸ میں منظر عام پر آیا۔جگر نے اپنے زندگی کے آخری دہے میں اپنے شائع شدہ مجموعوں میں کچھ اصلاح کی۔مجموعہ شعلہ طور (دور اول تا دور چہارم) کی نظر ثانی کر کے دوبارہ شائع کروایا۔اس سلسلہ میں اس مجموعہ کے ناشر ''حرف ناشر'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''۱۲۱۴ اشعار اس مجموعہ سے حذف کئے گئے۔۱۱۴۳ اشعار میں ترمیم کی گئی۔۱۷ نئے اشعار شامل کئے گئے اور کئی ایک اغلاط درست کی گئیں۔''

جگر کا انتقال ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء کو گونڈہ لکھنو میں دل کا شدید دورہ پڑنے کی وجہ سے ہوا۔

جگر کو پدم بھوشن خطاب ملا ان کی زندگی میں ہی انہیں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ اور علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے اعزازی ڈاکٹریٹ سے نوازا گیا۔ان کی وفات کے بعد ان کے چاہنے والوں نے جگر کے نام پر جگر میموریل انٹر کالج اور ایک کالونی جگر گنج کے نام سے منسوب کی۔بقول جگر

دل کو سکون روح کو آرام آگیا
موت آگئی کہ یار کا پیغام آگیا

☆☆☆

ڈاکٹر شاہانہ مریم شان
B-63، پہلی منزل، نزد U بلاک، شکر پور خاص
دہلی۔110092
موبائل: 09650677959

مضامین

قومی اردو کونسل کا بین الاقوامی جریدہ
www.urducouncil.nic.in

دسمبر 2022 قیمت 15 ₹

ماہنامہ اُردو دنیا

نئی دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

ا ب ت ث ج

اُردو

ادب اطفال کی دنیا میں اہم ترین سنگ میل

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ
بچوں کی دنیا
دہلی
Monthly BACCHON KI DUNIYA, New Delhi

پیاری پیاری نظمیں
دلچسپ کہانیاں
سائنس و ٹیکنالوجی

معلوماتی مضامین
صحتِ اطفال
بچوں کا کتب خانہ

ان کے علاوہ:

کہکشاں ◆ زبان شناسی

میرا بچپن ◆ بچوں کے بڑے ادیب

بچوں کی پینٹنگ ◆ ڈاک خانہ جیسے مستقل کالم

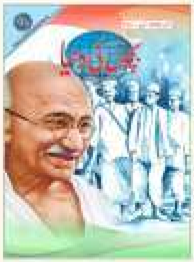

اور بہت کچھ

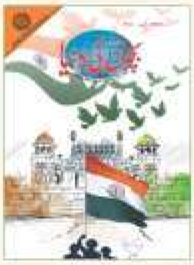

سب سے زیادہ چھپنے والا بچوں کا اردو رسالہ

قیمت فی شمارہ: 10 روپے سالانہ: 100 روپے

سالانہ خریداری اور ایجنسی کے لیے رابطہ فرمائیں

زرتعاون سالانہ 100 روپے بنام NCPUL اکاؤنٹ نمبر: 90092010045326 A/C: ، IFSC: CNRB0019009 میں جمع کریں۔

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159، E-mail: magazines@ncpul.in

شاخ: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002 فون: 24415194 - 040

ماہنامہ
اردو دنیا
دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کا بین الاقوامی جریدہ

جلد: 24، شمارہ: 12، دسمبر 2022

مدیر : ڈاکٹر شیخ عقیل احمد
مشیر : حقانی القاسمی
معاونین : عبدالرشید اعظمی، نایاب حسن

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ تعلیم، محکمۂ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند

مطبع:
ایس نارائن اینڈ سنز، بی۔88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا
فیز-II، نئی دہلی-110020

مقامِ اشاعت: دفتر قومی اردو کونسل

کمپوزنگ: محمد اکرام
ڈیزائننگ: محمد زید

قیمت-/15روپے سالانہ -/150روپے

Total Pages: 100

- اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل NCPUL اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں
- ڈرافٹ NCPUL,New Delhi کے نام ارسال کریں

صدر دفتر
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا جسولہ، نئی دہلی-110025
فون: 49539000 شعبۂ ادارت: 49539009

ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in
E-mail: editor@ncpul.in
urduduniyancpul@yahoo.co.in

شعبۂ فروخت
ویسٹ بلاک-8، ونگ-7 آر کے پورم نئی دہلی۔110066
فون: 26109746، فیکس: 26108159
ای میل: sales@ncpul.in
شاخ: 22-7-110 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1 پتھر گٹی، حیدرآباد۔500002
فون: 040-24415194

مشمولات

اداریہ
ہماری بات 4

خطوط
ربط والتفات — قارئین کے خطوط 5

ادب: زاویے اور جہات
صغرا ہمایوں مرزا
اور ان کی اصلاحی و ادبی خدمات — منظر اعجاز 7
شبنمی نگاہ کا لافانی شاعر: میر تقی میر — امام اعظم 11

آصف جاہی نظم و نسق
میں فارسی اصطلاحات — جنید احمد 13
اردو شاعری میں
استادی اور شاگردی کی روایت — محمد صالح انصاری 16
تانیثیت اور رشید جہاں کا تانیثی شعور — محمد ارشاد 19

تحقیق میں مفروضے کی اہمیت — محمد عاطف 22

یاد نارنگ
گوپی چند نارنگ کا
لسانی و لسانیاتی شعور — درخشاں زریں 25
نارنگ کی یاد میں — محمد موسیٰ رضا 29

زبان و تعلیم
اکیسویں صدی اور ہمارا نصاب تعلیم — محمد اطہر حسین 32

چراغ منزل
ہندوستان کا میزائل مین:
ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام — ڈاکٹر جہانگیر احمد 34

گہوارہ علم و دانش
دلی کالج کی تین صدیاں — شاہانہ مریم شان 38

میور سنٹرل کالج اور الہ آباد یونیورسٹی — ندیم راعی مراد آبادی 41

زبان اور زمینی صورت حال
زبان کی موت قوم کی موت ہے — خطاب عالم شاذ 43

تاریخ
ایران کے صفوی سلاطین اور
ان کے اجداد — امرین عزیز 46

لعل و گہر
زلیخا حسین — محمد امان اے کے 50
متین اچل پوری اور ماحولیاتی ادب — امیر حمزہ 53

نگر نگر اردو
لداخ میں اردو فکشن — محمد شریف 56

نیا آسماں نئے ستارے
ڈاکٹر محی الدین زور قادری
کی لسانی خدمات — سوشیل کمار 60

کتابوں کی دنیا
تعارف و تبصرہ — ادارہ 65

خبر نامہ
اردو دنیا کی خبریں — ادارہ 81

شاہانہ مریم شان

دلّی کالج کی تین صدیاں

(ماضی تا حال)

شہر دہلی جسے ہندوستان کا دل کہا جاتا ہے ہمیشہ ہی علم وادب کا مرکز اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا ہے، ہمیں اپنے حال کو بحال کرنے اور مستقبل کو روشن کرنے کے لیے ماضی کے جھروکوں میں جھانکنا ضروری ہے۔ یاد ماضی کی پر اسرار حسین گلیوں میں یہ چمن کئی بار اجڑا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں شہر دلی اور اہل دلی پر بار بار جو مصیبتیں ٹوٹیں اور پھر بار بار یہ شہر اجڑتا اور بستا گیا ایسی مثال کہیں نہیں ملتی ہے۔ بقول شاعر ؎

عصر نو مجھ کو نگاہوں میں چھپا کر رکھ لے
ایک مٹتی ہوئی تہذیب کا سرمایہ ہوں

تہذیب اور تہذیبی اداروں کی جڑیں بھی ماضی کی سرزمین میں پیوست ہوتی ہیں۔ جب تک ہم اپنے ماضی کی جڑوں سے واقف نہ ہوں تب تک ہم اپنے حال اور مستقبل کی صحیح سمت متعین نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کا شاید ہی کوئی تعلیمی ادارہ ہو جو کئی بار بند ہونے اور اجڑنے کے باوجود بھی آج تک زندہ و تابندہ ہے وہ ادارہ آج ذاکر حسین دہلی کالج کے نام سے موسوم ہے۔

تعلیمی حیثیت سے یہ پہلا ادارہ ہے جس نے دہلی میں از سر نو تعلیم پھیلانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ یہ تعلیمی ادارہ ایک خواب نہیں بلکہ ایک تحریک ہے۔ یہ ادارہ ایک تعلیمی اور تہذیبی مقصد کو پورا کرنے کے لیے قائم ہوا تھا۔ یہ ادارہ ہندوستان میں تعلیمی نشاۃ ثانیہ کا نقیب مانا جاتا ہے، اس ادارے کے کارنامے ہندوستان کی تعلیم و تمدن کی تاریخ میں روشن باب ہیں۔ شہر دہلی میں خاص کر اس ادارے نے جو تعلیمی سطح پر کارنمایاں کیے ہیں وہ ایک تاریخی دستاویز اور ملک عزیز کا قیمتی ورثہ ہیں۔

مدرسہ غازی الدین ذاکر حسین دہلی کالج کا شاندار ماضی تین صدیوں پر محیط ہے۔ یہ تعلیمی ادارہ ہمارے ملک کا عظیم ورثہ ہے۔ جو ادارہ شروع ہی سے تعلیم، تہذیب و تمدن کا پروردہ رہا ہو اس شمع کو کون بجھا سکتا ہے۔ اس ادارہ نے نا جانے کتنے عظیم سپوتوں کو جنم دیا ہے جس نے اپنی ایک تاریخ رقم کی ہے اور نا جانے کتنے اساتذہ نے اس ادارے کو اپنے خون پسینے سے سینچا ہے اس چمن کی آبیاری کی ہے۔ بقول شاعر ؎

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

اس ادارے کی بنیاد 1702 میں رکھی گئی تھی اس وقت ملک کے تعلیمی حالات کا نقشہ مذہبی بنیاد پر رائج تھا۔ عہد وسطی کے آخر تک ہندوستان میں تعلیم مذاہب کی بندشوں کے تحت ہوا کرتی تھی، مسلمان فارسی اور ہندو سنسکرت کے ذریعے اعلی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس وقت کے امرا یا اعلی حکام تعلیمی مراکز کی بنیاد ڈالتے ان کی سرپرستی کرتے اس تعلیمی ادارے کا خرچ برداشت کرتے تھے۔ مدرسہ غازی الدین کی بنیاد بھی نواب غازی الدین فیروز جنگ اول صوبہ دار گجرات نے 1702 میں اجمیری گیٹ دلی میں رکھی۔ 1710 میں ان کا انتقال ہو گیا اور اسی مدرسے کے احاطے میں انھیں سپرد خاک کیا گیا اور انھی کی یاد میں اس مدرسے کا نام مدرسہ غازی الدین رکھا گیا۔ 1792-1702 تک کی تاریخ مدرسہ غازی الدین کا ابتدائی دور ہے جو آج بھی اینگلو عربک اسکول کی شکل میں موجود ہے۔

مدرسہ غازی الدین، دلی کالج، اینگلو عربک کالج، ذاکر حسین کالج، اور اب ذاکر حسین دہلی کالج ایک ہی ادارے کے مختلف نام ہیں۔ یہ بھی نام اس شاندار ادارے کے ارتقائی سفر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بس حالات اور وقت کے تقاضے کے تحت اس ادارے نے وقتاً فوقتاً نام اور جگہ بدلے لیکن حال کا ادارہ اور سنہرے مستقبل کا تابناک تعلیمی ادارہ بن کر جگمگاتا رہے گا۔ دلی کالج کی حیثیت ایک تعلیمی ادارے کی ہی نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کرنے والی ایک پر اثر فکری تحریک کی ہے۔

مدرسے کے ابتدائی دور میں ملک کے ابتر حالات اور معاشی تنگدستی کے سبب مدرسہ غازی الدین میں طلبا کی تعداد گھٹنے لگی۔ 1813 میں چارٹر کے مطابق برطانوی ہند میں تعلیم کے فروغ کے لیے ایک لاکھ روپے سالانہ رقم منظور کی گئی۔ 1823 میں مجلس تعلیم عامہ کی جانب سے ایک سرکلر جاری ہوا جس میں یہ بات تجویز کی گئی کہ دہلی میں جدید طرز تعلیم کے لیے ایک کالج قائم کیا جائے۔ آخر کار طے پایا کہ مدرسہ غازی الدین کی عمارت کو اس کام کے لیے استعمال کیا جائے اور دلی کالج وہیں قائم کیا جائے۔ چنانچہ 1825 میں دلی کالج کا افتتاح ہوا۔

1825 سے دلی کالج کے نام سے اس ادارے کے دوسرے دور کا سفر شروع ہوتا ہے۔ جے ایچ ٹیلر کالج کے سکریٹری تھے انھیں باضابطہ طور پر پرنسپل مقرر کیا گیا۔ 1825-27 تک یہ ادارہ مشرقی علوم وفنون کی تعلیم دیتا رہا۔ 1827 میں ریزیڈنٹ کمشنر سر چارلس مٹکاف کے حکم پر انگریزی کا شعبہ قائم ہوا۔ اس شعبے کے قیام کے اثر سے مشرقی شعبہ مفید علوم کی جانب متوجہ ہوا۔ ادارے میں عربی، فارسی، فلسفہ، منطق، سائنس، ریاضی، قانون اور دیگر جدید علوم کی تعلیم ہندوستانی اردو میں دی جاتی تھی۔

1829 میں نواب اعتماد الدولہ اودھ کے نواب نے ایک بڑی رقم اس ادارے کے نام وقف کی تاکہ اس ادارے کی ترقی ہو سکے۔ 1835 سے 1854 کے درمیان ہندوستانی تعلیم کی تاریخ میں ایک اہم موڑ آیا۔ لارڈ ولیم بینٹنگ نے 1835 میں تعلیمی نظام کے تحت کچھ احکام جاری کیے، ان کا حکم تھا کہ سائنس اور مغربی ادب کی تعلیم

انگریزی زبان میں دی جائے، موجودہ تعلیمی اداروں کے وظائف بند کر دیے جائیں، مشرقی زبانوں میں کتابوں کی تیاری و ترجمے کا کام موقوف کیا جائے۔ بینٹنگ کے دست راست لارڈ میکالے نے بھی ان کی تعلیمی پالیسی کے حق میں وکالت کی۔لیکن لارڈ آکلینڈ نے ان کی پالسی کو رد کرتے ہوئے انگریزی طرز تعلیم کے ساتھ ساتھ مدارس میں مشرقی طرز تعلیم کو ترجیح دینے کا حکم دیا اور وظائف بحال کر دیے اور بالآخر اس عظیم ادارے نے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہندوستانی زبان و ادب اور تہذیب و تمدن کو بھی اپنائے رکھا۔انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی روایتی طرز تعلیم کو فروغ دیا۔

1835 میں لارڈ میکالے اور 1854 میں ووڈ نے ذریعہ تعلیم انگریزی کے حق میں وکالت کی تھی، لیکن لارڈ آکلینڈ کی تعلیمی پالیسی کے تحت مسٹر جے ایچ ٹیلر کی سرپرستی میں ایک اسکول بک سوسائٹی قائم کی گئی، جس میں ہندوستانی زبانوں میں مختلف کتابیں تیار کرائیں، انھوں نے بہت ہی دیانتداری سے ہندوستانی زبانوں کی خدمت کی۔ دہلی کالج کے فروغ میں مسٹر جے ایچ ٹیلر کی کوششوں کا بڑا رول رہا ہے۔1839 میں ایک نئے پرنسپل مسٹر ایف بترو کا تقرر ہوا جو ایک فرانسیسی ماہر تعلیم تھے۔انھوں نے سابق پرنسپل سے بھی زیادہ خدمات انجام دیں۔انھوں نے مسٹر ٹامسن سے مل کر انگریزی اسکولوں کے ساتھ ساتھ اردو اسکولوں کو قائم کروایا۔کالج میں ایک ورنیکلر سوسائٹی قائم کی۔

1842 میں ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی قائم کی گئی، یہ سوسائٹی کبھی دلی کالج ورنیکلر ٹرانسلیشن کہلائی تو کبھی دلی ٹرانسلیشن سوسائٹی کے نام سے مشہور رہی اور کبھی ورنیکلر سوسائٹی کہلائی تو کبھی لائبریری آف یوزفل نالج کے نام سے جانی جانے لگی۔ نام تو اس سوسائٹی کے بدلتے رہے یہ نام صرف مصنفین نے اپنی سہولیت کے اعتبار سے رکھے، یہ سارے نام ایک ہی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے ہی ہیں اور کام تو اس کا تراجم ہی رہا۔جس میں انگریزی اور دیگر زبانوں کی کتابوں کے اردو زبان میں تراجم ہونے لگے۔ مغربی ادب اور سائنسی علوم کو اردو میں منتقل کیا جانے لگا۔مغربی فلسفہ وفکر سے لوگ روشناس ہونے لگے۔

ہنگامہ غدر سے قبل تک اس سوسائٹی کے تحت تقریباً 128 کتابیں ترجمے،تصنیف و تالیف کے ذریعے تیار کی گئی تھیں۔ دہلی کالج کی یہ خدمات ہر لحاظ سے قابل ستائش ہیں کیونکہ یہاں جن کتابوں کے تراجم ہوئے ہیں ان کا سارا زور علمی و سائنسی کتابوں پر تھا اردو میں اس کی زیادہ ضرورت تھی جبکہ دیکھا جائے تو فورٹ ولیم کالج کے تراجم کا زیادہ تر کام قصے کہانیوں پر مبنی ہے۔اور کہا جائے تو یہ بات صحیح ہے کہ دہلی کالج کے اس ادھورے کام کو بعد میں سرسید احمد خان کی سائنٹفک سوسائٹی نے آگے بڑھایا اور اس کے بعد دکن میں دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نے اسی طرز پر کام جاری رکھا۔

1845 میں کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے کالج کی عمارت کو داراشکوہ لائبریری کی عمارت میں منتقل کیا گیا۔ یہ ایک تاریخی عمارت ہے جو کبھی داراشکوہ کا کتب خانہ ہوا کرتا تھا۔

مسٹر ایف بترو کے بعد مشہور مستشرق اسپرنگر نے کالج کی ذمے داری سنبھالی پھر مسٹر کارگل پرنسپل بنے، 1854 کو دوبارہ مسٹر جے ایچ ٹیلر کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ 1857 کی بغاوت کے وقت جے ایچ ٹیلر ہی کالج کے سربراہ تھے باغیوں نے ان کی جان لے لی۔

1857 ہنگامہ غدر میں اس ادارے کو نقصان پہنچایا گیا۔عوام میں یہ غلط فہمی پھیلائی گئی کہ یہ ادارہ ایک عیسائی مشنری کے تحت اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا ہے اور یہاں پڑھنے والے طلبا و طالبات کو عیسائی بنایا جا رہا ہے۔اس غلط فہمی اور بھرم نے اس ادارے کو کافی نقصان پہنچایا۔اس ہنگامے کے دوران کتب خانے کا کچھ حصہ نذر آتش ہو گیا اور کچھ کتب کو لاہور منتقل کر دیا گیا۔اس وقت کے پرنسپل ٹیلر کی جان لے لی گئی۔ ہندوستانی عملہ ان کی حفاظت نہیں کر سکا۔ٹیلر کے قتل کا الزام مولوی محمد باقر کے سر لگا اور انھیں بھی توپ سے باندھ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اس ہنگامے کے بعد کچھ عرصے کے لیے اس ادارے کو بند کر دیا گیا۔تقریباً سات سال بعد 1864 میں دوبارہ از سر نو اس ادارے کا احیا ہوا۔لیکن اسے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ساتھ الحاق کر دیا گیا۔ ڈاکٹر لانڈز جو پنجاب لاہور کالج کے پرنسپل تھے اور پنجاب گورنمنٹ میں بڑا رسوخ رکھتے تھے اور اپنے لاہور کالج کو فروغ دینا چاہتے تھے اور ملک کی اچھی چیزوں کو وہ اپنے قبضے میں لینے لگے اسی میں یہ ادارہ بھی شامل تھا۔اسی منصوبے کے تحت اسے لاہور کالج میں ضم کیا گیا، یہاں کے اساتذہ بھی وہاں منتقل کیے گئے،اور دلی اس ادارے سے دوبارہ محروم ہو گئی۔

1872 میں دلی کے کچھ پڑھے لکھے متمول آزاد خیال لوگوں نے یہ فیصلہ لیا کہ اعتمادالدولہ فنڈ جو دلی کالج فنڈ میں شامل تھا اسے علاحدہ کر کے اس فنڈ کی مدد سے اس ادارے کو از سر نو شروع کیا جائے،اور اسی بات پر عمل کرتے ہوئے دلی میں اینگلو عربک مڈل اسکول کے نام سے اسی ادارے کو دوبارہ کھولا گیا، پرانی عمارت کو چونکہ ہنگامہ غدر کے دوران فوجیوں نے اپنی رہائش بنا رکھا تھا اسی لیے نئی عمارت چاندنی محل موجودہ ٹاؤن ہال میں اس ادارے کی شروعات ہوئی۔اس ادارے کے اخراجات اس فنڈ سے پورے ہوتے رہے۔ماسٹر امیر علی پہلے پرنسپل ہوئے۔ ان کے بعد شہاب الدین حسن صاحب پرنسپل بنے۔

1884 میں یہ مڈل اسکول سرکی والان کی حویلی میں منتقل ہو گیا۔اس وقت تک یہ ادارہ مڈل اسکول سے ہائی اسکول کی شکل اختیار کر گیا تھا۔1892 تک یہ ادارہ سرکی والان میں چلتا رہا۔ بالآخر 1893 میں دوبارہ اپنی پرانی عمارت اجمیری گیٹ دلی مدرسہ غازی الدین میں منتقل ہو گیا۔1908 میں پرنسپل شہاب الدین ریٹائر ہوئے اور نئے پرنسپل مولوی فضل الدین مقرر ہوئے۔1924 تک یہ ادارہ انٹرمیڈیٹ تک ترقی کر گیا اور اسی سال اس کالج کا الحاق دہلی یونیورسٹی میں ہو گیا اور اب اس کا نام اینگلو عربک کالج کے نام سے جانا جانے لگا۔1927 میں مولوی فضل الدین پرنسپل ریٹائر ہوئے اور سی آر واکر اس کالج کے پرنسپل بنے۔1929 تک یہ کالج ڈگری کالج بن گیا۔ 1943 میں پوسٹ گریجویشن کی تعلیم شروع ہوئی۔

یہ وہ عہد تھا جب سارے ملک میں جدوجہد آزادی کی تحریک چل رہی تھی۔اس ملک کی آزادی کی لڑائی میں نا جانے کتنی قربانیاں دی گئیں۔ بالآخر 1947 میں ملک آزاد تو ہو گیا لیکن ستمبر 1947 میں دوبارہ اس ادارے کو بند کرنا پڑا کیونکہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت جس طرح 1857 میں عیسائی مشنری کے نام پر ادارے کو نقصان پہنچایا جا چکا تھا بالکل اس بار بھی اس ادارے کو مسلمانوں کا نمائندہ ادارہ کہہ کر اسے لوٹ لیا گیا۔نوے سال بعد پھر وہی تاریخ دہرائی گئی۔سب کچھ دوبارہ سے اجڑ گیا۔کتب خانہ نذر آتش کر دیا گیا۔دلی کے حالات بد سے بدتر ہو گئے۔ 1925 سے لے کر 1947 تک کی یہ تاریخ نہایت دردناک رہی، دلی کالج اور دلی والوں کے لیے یہ گھڑی قیامت صغریٰ سے کم نہ تھی۔

ملک کے حالات چاہے جیسے بھی رہے ہوں اس ادارے نے زبان ادب تہذیب ریاضی سائنس صحافت کی تعلیم میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں، مغربی طرز تعلیم کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم وفنون کو ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہوئے ہندوستانی زبان و ادب کی وراثت کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کیا۔اسی زمانے میں عظیم شخصیتیں اس ادارے سے وابستہ تھیں۔ماسٹر رامچندر جو ریاضی کے پروفیسر تھے 1845 میں وہ دہلی کالج سے وابستہ ہوئے، اور اپنی غیر معمولی خدمات انجام دیں۔مولانا امام بخش صہبائی، رام کشن، مولوی مملوک العلی، مولوی کریم الدین،

منشی شیونرائن کے علاوہ اور بھی اصحاب ہیں جنھوں نے اپنی زندگی درس وتدریس تصنیف وتالیف کے کاموں میں اس ادارے کے لیے وقف کردی۔

تعلیمی حیثیت سے شہر دہلی کو بار بار بسانے میں دہلی کالج کا بڑا حصہ ہے۔ ملک کے نامی گرامی عظیم رہنماؤں اور اسکالرز کی اس ادارہ سے وابستگی رہی ہے، جنھوں نے قدامت اور توہمات پر جدید نظریہ فکر کو فوقیت دی، آزادیِ رائے کو فروغ دیا، جن میں ہر شخص ایک ادارہ بلکہ ایک جامعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

مارچ 1948 میں ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا ابوالکلام آزاد اور سر مارس گائر پروفیسر ہمایوں کبیر کی مدد سے دلی کالج کے نام سے اسے دوبارہ شروع کیا گیا۔ مرزا محمود بیگ کو پرنسپل بنایا گیا۔ 1958 میں دلی کالج کے شبینہ اوقات میں بھی کلاسس کی شروعات ہوئی۔ جواب ذاکر حسین پوسٹ گریجویٹ ایوننگ کالج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 27 اگست 1975 میں اس کالج کا نام ذاکر حسین دلی کالج تجویز ہوا، ذاکر حسین کالج میموریل ٹرسٹ قائم ہوا۔ اس ٹرسٹ کے صدر وزیر اعظم ہند اور نائب صدر وزیر تعلیم ہند مقرر ہوئے، اندرا گاندھی اس ٹرسٹ کی پہلی صدر ہوئیں اور اس ادارے کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اس ادارے کا نام ذاکر حسین دہلی کالج قرار پایا۔ پرانی دلی کے علاقہ جواہر لعل نہرو مارگ میں اس کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور بالآخر 1986 میں کالج کیمپس کو موجودہ مقام جواہر لعل نہرو مارگ کی نئی عمارت میں منتقل کیا گیا۔

رفتہ رفتہ ملک کے حالات سازگار ہونے لگے اور یہ ادارہ اپنی محنت جستجو لگن سے دن دوگنی رات چوگنی اپنے تعلیمی میدان میں ترقی کے منازل طے کرتا گیا۔ اس طرح ملک کے معیاری تعلیمی اداروں میں اپنی ایک چھاپ بنائی اور آج تک اپنے نام اور معیار کو برقرار رکھے ہوئے سرچشمہ تعلیم ومنبع ہدایت بنا ہوا ہے۔

مختصراً اس کالج کے چند اہم پرنسپل اور اساتذہ اکرام جنھوں نے دل وجان سے اس ادارے کی خدمت کی ہیں ان کے اسمائے گرامی میں ڈاکٹر الواس اشپرانگر، مسٹر فیلکس بوترو، جے ایچ ٹیلر، مسٹر جے کارگل، پروفیسر مسٹر ہٹینسن، مسٹر ایڈمنڈ ولموٹ، مسٹری آر کک، پروفیسر ایلس، جے سائم، مرزا محمود بیگ، منظور حسین موسوی، سید احمد علی، موہت کمار ہلدر، سلمان غنی ہاشمی، ہری شنکر، روی چترویدی، خورشید عالم خان، شیو پرشاد، جاوید وسشٹ، ضمیر حسن دہلوی، سید نیاز احمد، عبادت بریلوی، عظمت اللہ خان، یونس جعفری، افتخار صدیقی، اسلم پرویز، اوشا عالم، بھیشم ساہنی، وریندر کمار، ظہیر احمد صدیقی، تنویر احمد علوی، ایل کول کالیا، افسری افتخار، محمد فیروز احمد، صلاح الدین، مسرور احمد بیگ، عبدالعزیز، خالد علوی، عائشہ سلطانہ، ممتاز مجیب، مظہر احمد، شاہینہ تبسم، محمد جعفر احراری، محمد نوشاد عالم، ظہیر علی خان، نریندر سنگھ، محمد اعلم شمس، پنکج کانت، ہردے بھانو پرتاب جیسے اساتذہ اس چمن کی آبیاری کرنے والے باغباں ہیں طوالت کے پیش نظر سب کے نام یہاں پیش کرنا ممکن نہیں، ابھی اس وقت ذاکر حسین دہلی کالج مارننگ اور ایوننگ میں تقریباً چار سو سے زائد اساتذہ اپنی تدریسی خدمات انجام دے رہیں ہیں۔

کالج کے ابتدائی دور سے دور حاضر تک جو مضامین یہاں پڑھائے جاتے رہے ہیں ان میں اردو، انگریزی، عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت، بنگالی، تاریخ، معاشیات، منطق، کیمیا، بناتات، حساب، حیوانیات، طبعیات، اقتصادیات، فلسفہ، موسیقی، سائیکلوجی، سماجیات، کمپوٹیر، ماس کمیونکیشن وغیرہ اہم مضامین ہیں۔ اس ادارے کے شعبوں کی اپنی سوسائٹیاں ہیں جن کے نام شعبہ نباتات کی نرگس سوسائٹی، شعبہ اردو کی بزم ادب سوسائٹی، شعبہ بنگلہ کی بنگال لیٹریری سوسائٹی، شعبہ انگریزی کی انگلش لیٹریری سوسائٹی، شعبہ ہندی کی ہندی ساہتیہ سبھا سوسائٹی، شعبہ فارسی کی انجمن فارسی، شعبہ فلسفہ کی فلاسفی سوسائٹی دی مائیسٹ، شعبہ پولیٹکل سائنس کی عوام سوسائٹی، شعبہ سنسکرت کی سنسکرت لیٹریری سوسائٹی، شعبہ حیوانات کی جیالوجی سوسائٹی ان ہیرٹینس، شعبہ کیمیا کی کیمسٹری کمیکیوکیٹ سوسائٹی اور ان کے علاوہ شبینہ کالج کی سوسائٹیز میں شعبہ عربی کی النادی العربی، اور شعبہ اردو کی بزم ادب جیسی سوسائٹیز موجود ہیں

تمام شعبہ جات اپنے رسائل ہر سال نکالتے ہیں، یہ سلسلہ ملک کی آزادی کے بعد 1953 سے شروع ہوا تھا، کالج نے اپنا پہلا میگزین اردو زبان میں نکالا تھا جس کا نام دلی کالج اردو میگزین تھا جس کے نگراں خواجہ احمد فاروقی اور معاون مدیر گوپی چند نارنگ تھے۔ اس قدیم دلی کالج نمبر میں کالج کی شروعات کی تاریخ سے لے کر 1947 تک کے تاریخی حالات موجود ہیں۔ کالج کی جانب سے میگزین نکالنے کا سلسلہ چلتا تو رہا لیکن کبھی کبھی معاشی تنگدستی کے سبب یہ میگزین نکل نہیں پایا اور بعد میں اس میگزین کا نام بدل کر فکر نو کر دیا گیا اتنے عرصے بعد آج بھی یہ میگزین اپنی آب وتاب کے ساتھ نکلتا ہے۔ کالج کے مختلف شعبہ جات کی جانب سے کئی ایک رسائل نکلتے ہیں، جن کے نام سرشٹی (سائنس)، آواز (پولیٹکل سائنس)، فکر نو (اردو)، رشمی (ہندی)، ورلڈ کام (کامرس)، رائس (معاشیات) Antyodaya (گاندھی اسٹیڈی سنٹر)، rambler (انگریزی) behind the reins (فلاسفی) psynapse (سائیکالوجی) شعبہ اردو شبینہ کالج کی شمع حیات کالج کے اہم رسائل ہیں۔

کالج کا سالانہ لیکچر سریز ذاکر حسین میموریل لیکچر کی کالج کی عملی زندگی میں بڑی اہمیت ہے مشہور اسکالرس نے یادگار لیکچرز دیے ہیں اس کے علاوہ کالج کا اپنا ایک ادبی ثقافتی پروگرام سالانہ ہوتا ہے جو اپنی بہت ساری سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ طلبا کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے کھیل کود اور سماجی خدمات کے لیے کالج میں این سی سی، این ایس ایس کی تنظیمیں اور کلب ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہاں سے فارغ التحصیل طلبا وطالبات ملک بھر میں اور دوسرے ممالک میں بڑے بڑے عہدوں پر اپنی نمایاں خدمات انجام دے رہیں ہیں۔

دیکھا جائے تو اس عظیم الشان ادارے نے اپنے نام بدل بدل کر تین طرح کی حکومتوں اور سرپرستوں کی تاریخ دیکھی ہے اپنے ابتدائی دور میں مغلیہ حکومت اپنی پھر انگریزی حکومت کا دور اور اس سے اور آزاد ہندوستان کا ہندوستانی دور میں جی رہا ہے۔ اس کالج نے ملک کی عموماً اور اہل دہلی کی خصوصاً جو تعلیمی خدمات انجام دی ہے کم ہی لوگ اس سے واقف ہیں، اس حقیقت کو نئی نسل سے واقف کروانا اور اس کی عظمت کا احساس دلانا اور اس کی خدمات کا اعتراف کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

تقاضائے وقت ہے کہ اس ادارے سے وابستہ شخصیتوں پر از سر نو تحقیق کریں اور ان کے علمی وادبی کارنامے جو ابھی تک پردہ خفا میں ہیں اسے زمانے والوں کے سامنے پیش کریں۔ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کو از سر نو شروع کریں۔

علم وعمل کے ان قدیم مرکزوں اور اداروں کی یاد کو تازہ رکھنا اور آنے والی نسلوں تک ان کارناموں کو پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اس عظیم ورثے کی مدد سے نئے ہندوستان کے تمدنی نقشے میں ہمیں رنگ بھرنا ہے۔ جس طرح اس ادارے سے وابستہ اساتذہ کے دل میں ماضی کی محبت ان کے ارادوں میں حال کی قوت اور ان کی آنکھوں میں مستقبل کا نور رہا۔ تقاضائے وقت کے تحت ہمیں ڈھل کر ان ادھورے کاموں کو آگے بڑھانا ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ یہ ادارہ مثل سابق تعلیمی مشن کے کارناموں کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی خدمات انجام دیتا رہے گا۔

■

Dr. Shahana Begum
Dept of Urdu, Zakir Husain Delhi College
University Of Delhi-110007
Mob.: 9650677959
E-mail.: Shan786hcu@yahoo.com

سبق اردو

ایڈیٹر،پرنٹر،پبلشر : ڈاکٹرمحمدسلیم | سرنامۂ سرورق : عادل منصوری | جلد:۸، شمارہ: ۱ | جنوری۲۰۲۳

موبائل:9919142411 | سرورق : دانش الہٰ آبادی | Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)

واٹس ایپ:9696486386 | کمپوزنگ : دانش الہٰ آبادی،اہل قلم | IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214

sabaqeurdu@gmail.com | مطبع:عظیم انڈیا پرنٹنگ پریس،سنت روی داس نگر،بھدوہی | Bank of Baroda, Branch: Gopiganj

فی شمارہ: -/200،زرتعاون:-/1000 | زرتعاون خاص:-/2000،اعزازی تعاون:-/5000 | Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ر۔ن۔(بھدوہی)ہی کی عدالت میں ہوگی۔ادارہ

چیف ایـــــــــــڈیـــــــــــٹـــــــــــر
دانش الہٰ آبادی

دانش	اداریہ	۱
غضنفر	فضائے پرسکوت میں ادائے گرد باد	۵
ندیم احمد	فراق کی غزل اور روایت کا معاملہ	۷
پروفیسر زیبا محمود	علامہ اقبال کا تخلیقی انفراد	۱۰
مریم مختار	ساقی فاروقی کی نثری خدمات	۱۳
ڈاکٹر زین العابدین	رشید احمد صدیقی بحیثیت طنز ومزاح نگار	۱۷
محمد جسیم الدین	اردو ناول ۲۱ ویں صدی میں: ایک جائزہ	۲۳
تبسم پروین	خواتین کے اہم ناولوں کا موضوعاتی جائزہ	۲۵
ڈاکٹر ارشاد الرحمٰن ملک	نعمت خان عالی کی مزاح نگاری	۲۹
عبدالرزاق	حاجی حسن علی حسن کی شاعرانہ عظمت	۳۳
ڈاکٹر محمد شمس الحسن خان	احمد رضا خاں کی نعت گوئی	۳۶
محمد اکبر حسین	نعیم صدیقی :ایک ہمہ گیر شخصیت اپنی تصانیف کے آئینے میں	۳۹
ڈاکٹر عیسیٰ محمد	افسانہ،، پہلا خط،، کا مطالعہ	۴۱
نکہت پروین	جیلانی بانو کے افسانوں میں عہد حاضر کے مسائل کی پیش کش	۴۴
اعجاز احمد لون	مجتبیٰ حسین اپنے خاکوں کے آئینے میں	۴۶
عبداللہ	خاندان سید عبداللطیف لاابالی رحمتہ اللہ علیہ کی فارسی خدمات۔	۴۹
آفاق احمد میر	اسلام میں معذور افراد کے حقوق: ایک علمی تجزیہ	۵۱
زرّین فاطمہ	سرسید احمد خاں بحیثیت محقق	۵۳
مدثر احمد راتھر	ڈاکٹر شمس کمال انجم بحیثیت نعت گو شاعر (بلغ العلیٰ بکمالہ کے آئینے میں)	۵۶

آشنا زبیر	حلقہ ارباب ذوق کے نمائندہ شعراء کا تعارف	۵۸
ڈاکٹر تبسم	راجدیو کی امرائی ایک تجزیاتی مطالعہ	۶۱
ڈاکٹر الطاف احمد شیخ	حجاب کی تحیر خیز دنیا	۶۴
داؤد احمد ڈار	عبدالاحد آزاد بحیثیت ایک عظیم کشمیری انقلابی شاعر	۶۵
ڈاکٹر صالحہ صدیقی	شموئل احمد فکر وفن کے آئینے میں	۶۸
پروفیسر خالد مبشر ظفر اور محمد الطاف لون	''کشمیری افسانے'' تراجم شدہ مجموعہ کے چند افسانوں کا تنقیدی جائزہ	۷۰
داؤد احمد ڈار	''کشمیری شاعری میں تصوف کا رنگ''	۷۳
مقالہ نگار عابد یوسف	امین کامل کاشمیری: زبان وادب میں مقام	۷۵
ڈاکٹر بشریٰ بانو	ترقی پسند ادبی تحریک	۷۷
ڈاکٹر بشریٰ بانو	منشی پریم چند کفن کے آئینے میں	۸۱
ڈاکٹر محمد یونس بٹ	کشمیری ایک ہر دلعزیز زبان	۸۴
سمیع الدین	قاضی عبدالستار: بحیثیت تاریخی ناول نگار	۸۶
محمد سالم	صادق ہدایت بیسویں صدی میں ایرانی معاشرے کا بے باک ناقد	۹۱
شہباز ارشد	بنگال میں اردو ڈراما: ایک تحقیقی جائزہ	۹۵
رومی جان	محمد دین فوق بحیثیت کشمیری مورخ	۹۹
حسن اقبال	گوپی چند نارنگ کی حیات وخدمات کا اجمالی جائزہ	۱۰۲
ڈاکٹر اطیع اللہ	مولانا آزاد کا ذہنی ارتقاء	۱۰۶
داؤد احمد ڈار	''عبدالاحد آزاد کا پیغام انسانیت کے نام''	۱۰۸
ڈاکٹر فاطمہ خاتون	''منفرد لب ولہجے کا شاعر: اشک امرتسری ''	۱۰۹
غلام مصطفی	''غالب کی جمالیات: شکیل الرحمٰن کی نظر میں''	۱۱۳
حسین مہدی	مبانی وحدت اسلامی: سید ضیاء الدین نوراللہ بن شریف حسینی مرعشی شوشتری	۱۱۷
رؤف احمد میر	معاصر اردو ناول کے تہذیبی واخلاقی سروکار	۱۲۰
معین الدین	کرشن چندر کی ناول نگاری	۱۲۱
اعلم شمس	مرزا داغ دہلوی	۱۲۳
حارث حمزہ لون	عصمت چغتائی کا جہانِ ادب	۱۲۴
فیضان حیدر	مولانا ابوالظفر ندوی اور ان کا ''سفرنامہ برہما''	۱۲۹
بشریٰ خان	فورٹ ولیم کالج کی اردو خدمات پر ایک نظر	۱۳۲
رام اگرہ	اردو میں دلت ادب کا شاہکار! دوبیہ بانی	۱۳۵
مضمون نگار: رافعہ ولی	عصمت چغتائی کے یہاں عورت ''جنس'' کے آئینے میں	۱۳۷
ڈاکٹر محمد شاکر	'مانک موتی' اور رتن سنگھ کی افسانچہ نگاری	۱۴۰
ڈاکٹر اسماء عزیز	فرہنگ نویسی کا آغاز وارتقاء	۱۴۳
ڈاکٹر محمد کاشف	اسباب بغاوت ہند: جنگ آزادی کا پہلا سنگ میل	۱۴۹
حسیب الرحمٰن	الیاس احمد گدی کے افسانوں میں حقیقت نگاری	۱۵۳
فائزہ عباسی	شمس الرحمٰن فاروقی کے کئی چاند تھے سرِ آسماں میں سرسید کی دہلی	۱۵۵
امینہ خاتون	ہجرت کا المیہ اور اختر پیامی	۱۶۰
شبنم بانو	اردو میں سفرنامہ نگاری: ایک جائزہ	۱۶۲

مرزا داغؔ دہلوی

اعلم شمس

نواب مرزا داغؔ دہلوی کی پیدائش 1831 میں ہوئی۔ وہ نواب شمس الدین والیِ فیروز پور جھرکہ کے بیٹے تھے، جب ان کی عمر آٹھ سال تھی تو ان کے والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور ان کی والدہ نے فخرو ولی عہدِ سلطنت سے شادی کرلی اور اس طرح داغؔ اپنی والدہ کے ساتھ قلعۂ معلّٰی میں پرورش پانے لگے۔ قلعے میں اس زمانے میں شاعری کی بڑی دھوم مچی تھی اور استاد ذوق کا ڈنکا بج رہا تھا۔ داغؔ نے بھی ذوق کی شاگردی اختیار کرلی اور شہر میں ہونے والے مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ داغؔ کی طبیعت میں شعر و سخن سے فطری مناسبت تھی۔ کچھ دنوں کی مشق اور استاد کی نظر عنایت سے پختہ شاعر ہو گئے۔ داغؔ کی زندگی تین حصوں میں منقسم ہے: قلعۂ معلّٰی کی زندگی، رامپور کی زندگی اور وقتِ آخر حیدرآباد کی زندگی۔

1857 کے غدر کے بعد دلّی کی بساط اُلٹ گئی، بادشاہت اُجڑ گئی اور اس ابتلاء سے داغؔ بھی بے داغ نہ رہ سکے، وہ پریشان ہو گئے اور کچھ حالات نارمل ہونے کے بعد وہ معِ اہل و عیال رام پور چلے گئے جہاں نواب یوسف علی خاں اور ان کے ولی عہد نواب کلب علی خاں نے داغؔ کی قدر افزائی کی۔ لگ بھگ دو دہائی سے زیادہ وقت رام پور میں داغؔ نے گزارا جہاں انھیں امیر مینائی کی معیت بھی رہی۔ داغؔ نے رام پور میں بڑے عیش کی زندگی کاٹی لیکن نواب کلب علی خاں کی وفات کے بعد داغؔ پھر پریشانیوں میں گرفتار ہو گئے۔ کچھ دنوں اِدھر اُدھر پھرتے رہے اس کے بعد نواب آسمان جاہ کے وسیلے سے حیدرآباد کے دربار میں رسائی ہوئی۔ نظام پر داغؔ کے کلام نے بڑا گہرا اثر کیا اور انھوں نے داغؔ کی شاعری سے متاثر ہو کر ان کو اپنا استاد مقرر کرلیا۔

حیدرآباد میں داغؔ کا جلوہ سر چڑھ کر بولنے لگا۔ ہر طرف ان کی واہ واہی ہو رہی تھی۔ جتنی قدر افزائی حیدرآباد میں داغؔ کی ہوئی اُتنی کسی اور شاعر کو میسر نہ ہو سکی۔ ان کا کلام سارے ہندوستان میں پہنچ گیا اور ان کی شاگردی ہزاروں لوگوں نے اختیار کرلی۔ ہندوستان کا کوئی ایسا خطہ نہیں تھا جہاں داغؔ کے شاگرد نہ ہوں۔ ان کے مشہور شاگردوں میں ڈاکٹر محمد اقبالؔ، بیخودؔ دہلوی، سائلؔ دہلوی، رازؔ دہلوی، احسنؔ مارہروی، نوحؔ ناروی، آغا شاعرؔ دہلوی، حسنؔ بریلوی وغیرہ خاص تھے۔

1905 میں حیدرآباد میں داغؔ کا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ داغؔ نے چار دیوان: گلزارِ داغ، آفتابِ داغ، مہتابِ داغ اور یادگارِ داغ چھوڑے ہیں۔ ایک مثنوی 'فریادِ داغ' کے نام سے بھی ہے۔ ان کے یہاں چند قصائد بھی ملتے ہیں جن میں قصیدہ نگاری کے جملہ اوصاف پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ یہی نہیں بلکہ داغؔ نے اپنے بعض قصیدوں میں جدت پیدا کرنے کی بھی کامیاب کوشش کی ہے۔ زورِ بیان جو قصیدے کا وصفِ خاص ہے، وہ داغؔ کے یہاں بھرپور پایا جاتا ہے۔ گو کہ ان کے قصائد کی تشبیب میں تنوع نہیں، صرف بہاریہ مضامین نظم کیے گئے ہیں، لیکن ان میں اثر آفرینی کی کمی نہیں ہے۔

داغؔ وہ عظیم شاعر ہیں جنھوں نے اردو غزل کو اس کی حرماں نصیبی سے نکال کر عشق و محبت کے وہ ترانے گائے جو اُردو غزل کے لیے نئے تھے۔ ان سے پہلے غزل ہجر کی تڑپ سے یا پھر تخیّل کی بے لگام اُڑانوں سے عبارت تھی۔ داغؔ نے اُردو غزل کو ایک شگفتہ اور رجائی لہجہ دیا اور ساتھ ہی اسے بوجھل فارسی تراکیب سے باہر نکال کر قلعۂ معلّٰی کی خالص ٹکسالی اُردو میں شاعری کی جس کی بنیاد داغؔ کے استاد شیخ ابراہیم ذوق نے رکھی تھی۔ داغؔ کا اسلوب سارے ہندوستان میں اس قدر مقبول ہوا کہ ہزاروں لوگوں نے اس کی پیروی کی اور ہزاروں لوگ ان کی شاگرد بن گئے۔ داغؔ ایسے شاعر ہیں جو اپنے فکر و فن، شعر و سخن اور زبان و ادب کی تاریخی خدمات کے لیے کبھی فراموش نہیں کیے جائیں گے۔

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج
یہ برقِ بلا دیکھیے گرتی ہے کدھر آج
انجامِ محبت یہ کریں خاکِ نظر آج
انسان ہے مجبور نہیں کل کی خبر آج
وہ جاتے ہیں آتی ہے قیامت کی سحر آج
روتا ہے گلے مل کے دعاؤں سے اثر آج

داغؔ کی شاعری کا عشقیہ رنگ بہت نرالا ہے۔ ان کی شاعری عشق کے ہر سانچے میں فٹ بیٹھتی ہے، ان کے کلام میں جا بجا عشق کی سرمستیاں نظر آتی ہیں اور کیوں نہ ہو جب میر سے ان کے والد نے کہا تھا ''بیٹا عشق کرو، عشق ہی اس کارخانے میں متصرف ہے، اگر عشق نہ ہوتا تو نظم کل قائم نہیں رہ سکتا تھا بے عشق زندگی وبال ہے عشق میں جی کی بازی لگا دینا لگا دینا کمال ہے۔ عشق بناتا ہے، عشق ہی کندن کرتا ہے، دنیا میں جو کچھ ہے عشق کا ظہور ہے۔ آگ عشق کی سوزش ہے، پانی عشق کی رفتار ہے، خاک عشق کا قرار ہے اور ہوا اس کا اضطرار ہے''۔

دراصل عشق کا بڑا وصف یہ ہے کہ تمام رذیل اخلاق شریفانہ اخلاق سے بدل جاتے ہیں۔ طبیعت میں رقت اور سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے اور انسان کا دل کشش سے لبریز ہو جاتا ہے۔ داغؔ کو اگر مصورِ عشق کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ماہنامہ

براهين

جلد: ۱۶ شمارہ: ۱۸۱

ایڈیٹر: عطاء الرحمٰن قاسمی

فہرست

اسمبلی الیکشن کرناٹکا	عطاء الرحمن قاسمی	۲
مسلم حکمرانوں کی مذہبی رواداری	ڈاکٹر اعلم شمس	۳
''مجموع فیہ ثلاث رسائل للکشمیری'' ایک مطالعہ	ڈاکٹر وارث مظہری	۱۳
شاہ عبدالعزیز دہلوی کی قرآنی خدمات	ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی	۱۹
مکتوب امریکہ	ڈاکٹر محمد جاوید ایم ڈی	۲۲

اشتراک و تعاون

اندرون ملک: فی شمارہ -/25 سالانہ: -/300 تاحیات: -/10000

Baraheen Bank Details
Account Number : 30687765067
IFSC Code- SBIN0008079
Bank Name - State Bank of India, Zakir Nagar, New Delhi

خط و کتابت اور ترسیل کا پتہ:
براهين
دفتر مسجد کاکانگر، کاکانگر، نئی دہلی۔110003

موبائل: +91 9811740661, +91 9891006857
Email: baraheenmonthly@gmail.com

Printer, Publishe& Editor Ata-ur-Rahman Qasmi Printed atNCR Press, 352/21, Main Dhanwapur Road, Luxman Vihar, Gurgaon, Haryana.Published by him from Shah Waliullah Institute, Kaka Nagar, New Delhi-110003

مسلم حکمرانوں کی مذہبی رواداری

ڈاکٹر اعلم شمس (شعبہ اردو ذاکر حسین دہلی کالج)

انسان انس سے بنا ہے جس کا معنی محبت اور انسیت کرنا ہے۔ انسان اپنی فطرت کے مطابق انسان سے محبت کرتا ہے۔ مذہب یا ذات کے بنیاد پر انسان سے نفرت کرنا یہ کسی مذہب میں نہیں سکھایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنا سیکولرزم کا بنیادی اصول ہے۔

تمام مذاہب کا یکساں طور پر احترام اور مذہبی رواداری سیکولرزم کے یہ اوصاف خاص طور سے ہندوستانی ماحول سے وابستہ ہیں۔ مذہبی وسیع النظری یہاں کے باشندوں کی خاص صفت رہی ہے۔ لہذا ہر مذہب کا یکسا احترام اور غیر متعصّبانہ وغیر فرقہ وارانہ نقطہ نگاہ ہندوستان ہندوستانیوں کے مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ ہے لہذا سیاسی اقتدار کی شکل میں مذہبی رواداری کا اصول ہر حاکم کے لیے ضروری ہو گیا خاص طور سے مسلمانوں کے لیے۔

مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے ایک عجیب مسئلہ ہی ہو گیا جس کے دو بہت ہی نازک پہلو تھے پہلا تو یہ کہ مسلمان باہر سے آئے تھے اور وہ بھی فاتح بن کر اور جن کا مقصد بھی اس ملک پر حکومت کرنا تھا اور دوسرا پہلو یہ تھا کہ ایک ایسا مذہب بھی لائے تھے جو ہندوستانیوں کے مذہب سے بالکل مختلف تھا۔ شروع میں تو یہ دونوں قومیں ایک دوسرے کو نفرت، حقارت اور شبہ کی نظر سے دیکھتی تھیں لیکن جب سماجی پوشاک کے لیے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کا تانا بانا بن گئے تو یہ نفرت خوشگوار تعلقات میں بدل گئی کیونکہ یہ بات واضح تھی کہ نہ تو یہ ہوسکتا ہے کہ اب ایک ہی مذہب کے ماننے والے اس ملک میں رہیں گے اور نہ یہ ہوسکتا تھا کہ ایک قوم دوسری قوم کو موت کے گھاٹ اتار دیتی۔ اور دونوں قومیں یہ بات بخوبی جانتی تھیں کہ مذہبی اختلافات کی بنیاد پر کسی ایک قوم کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جاسکتا ہے لہذا فرقہ وارانہ ہم آہنگی ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت بن گئی اس ضرورت کو عوام کے ساتھ ساتھ سلاطین نے بھی بخوبی سمجھ لیا تھا اور وہ یہ جانتے تھے کہ عوام اور رعایا کی مدد کے بغیر حکومت کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے محمد بن قاسم سے لے کر محمد غوری تک اور وہاں سے ابراہیم لودی اور پھر بابر سے اورنگزیب تک اور پھر مغلیہ چراغ کے گل ہونے تک مذہبی رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی ہر شاہ وقت کی مجبوری بن گئی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی باضابطہ تاریخ عربوں کی آمد سے شروع ہوتی ہے۔ عربوں کو تو ہندوستان سے ہمیشہ بڑا لگاؤ رہا ہے۔ وہ اسلام سے پہلے ہی اپنی لڑکیوں اور محبوباؤں کے نام ہندہ رکھتے تھے، اور بہت سی ہندوستانی چیزوں کے نام جیسے ہندی تلوار، صندل اور عود وغیرہ کا ذکر زمانہ جاہلیت کی شاعری میں ملتا۔ سید صباح الدین عبدالرحمن اپنی کتاب "ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری، میں سبحۃ المرجان فی تاریخ ہندوستان" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

"عربوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے، اور حضرت علی نے بھی فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور خوشبودار مقام ہندوستان ہے۔ (۱)

شاعر مشرق اقبال نے بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

سبق اردو

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر : ڈاکٹر محمد سلیم — سرنامۂ سرورق : عادل منصوری — جلد :۷، شمارہ :۱۰ — اکتوبر ۲۰۲۲

موبائل:9696486386 — سرورق : دانش الہ آبادی — Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)

واٹس ایپ:9919142411 — کمپوزنگ : دانش الہ آبادی، اہل قلم — IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214

sabaqeurdu@gmail.com — مطبع: عظیم انڈیا پریس، گوپی گنج، بھدوہی — Bank of Baroda, Branch: Gopiganj

فی شمارہ: -/200، زرتعاون:-/1000 زرتعاون خاص:-/2000، اعزازی تعاون:-/5000 — Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ ر۔ ن۔ (بھدوہی) ہی کی عدالت میں ہوگی۔ ادارہ

ڈاکٹر دانش الٰہ آبادی

چیف ایــــــــڈیــــــــٹــــــــر

مفکر عالم	عبداللہ حسین کے ناول 'اداس نسلیں' کا تہذیبی مطالعہ	۵
ڈاکٹر حنا آفریں	منٹو کا افسانہ 'نیا قانون': ایک تجزیہ	۸
ڈاکٹر آفاق انجم شیخ	پریم چند کی افسانہ نگاری کے اَدوار	۱۱
محمد ارشد القادری	پیغام آفاقی کے ناولوں کا معاشرتی مطالعہ	۱۴
نور صبا	اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو کا تنقیدی جائزہ	۱۷
ڈاکٹر مجاہد الاسلام	قاضی عبدالستار کی ناول نگاری۔ ایک تنقیدی جائزہ	۲۰
طارق احمد بٹ	کشمیری لوک ادب۔ دانشمندی کا خزینہ	۲۴
۱: رئیس راجا بیگ ۲: سجاد حسن خان	خطہ جموں میں بدھ مت کا تاریخی پس منظر	۲۷
عامر عباس	مشرف عالم ذوقی: مایہ ناز فکشن نگار	۳۰
نصرت رشید	اقبال اور اخلاقیات کا مختصر جائزہ	۳۲
ڈاکٹر محمد اشرف	ریاست جموں و کشمیر کے ادبی اور تمدنی ادارے	۳۵
ریاض احمد کمہار	غالب اور اقبال: تراکیب کے حوالے سے	۳۷
انعام الرحمٰن	اکیسویں صدی میں اردو لسانیات اور مرزا خلیل احمد بیگ	۳۹
محمد اسلم	انور جلالپوری کی نعتیہ شاعری	۴۲

۱: معصوم علی	تعلیم میں کثیر اللسان طرز رسائی کے فوائد	۴۵
۲: ڈاکٹر عبد الجبار		
سید محمد عثمان	قاضی عبد الستار کے افسانوں میں جاگیردارانہ نظام کی تنزلی و زبوں حالی کے واقعات	۴۹
شاہینہ پروین	سماجی علوم کی تدریس میں تصوراتی خاکہ بندی کی اہمیت	۵۱
عبد المبین	ملفوظاتِ صوفیا کی علمی حیثیت	۵۴
معین احمد	سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک	۵۶
ڈاکٹر محمد حسن	ادب اطفال: معنویت، عصری تقاضے اور ہماری ذمہ داریاں	۵۹
وکرم ڈیال	اداریہ نگاری پر ایک نظر	۶۱
ڈاکٹر آفاق ندیم خان	نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020: ایک مختصر جائزہ	۶۳
خان زاہد	سفید جزیرہ: ایک علامتی بیانیہ	۶۶
ڈاکٹر رافیعہ اختر	میری یادوں کے لمس	۶۸
ڈاکٹر محمد شکور	اُردو ادب کی دو اہم تحریکیں	۷۲
اسرار احمد خان	ادبی تھیوری میں نوتاریخیت بطور کلامیہ: ایک مطالعہ	۷۵
شبنم پروین	یورپ کے چند قدیم سفرنامے: ایک مطالعہ	۷۷
علیم اللہ	نئی اردو ہندی شاعری کی لفظیات: تقابلی مطالعہ	۸۱
ڈاکٹر شاہ باز عالم	ہندوستان میں سلسلہ قادریہ اور شہزادہ داراشکوہ کی مساعی	۸۴
ڈاکٹر عبد الواسع	میدان تصوف کے دو شہید: شہزادہ داراشکوہ اور سرمد کاشانی	۸۸
شمیم اختر	سر سید احمد خان اور اُن کے رفقاء کی تصانیف: ایک مختصر جائزہ	۹۲
ثمیرہ خانم	ڈاکٹر سردار انجم (ایک حسّاس شاعر)	۹۶
سوشیل کمار	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کی لسانی خدمات	۱۰۰
عبد الرحمان	ڈرامے کا فن اور کردار نگاری کی اہمیت	۱۰۵
محمد مصطفیٰ زبر	بچوں کا نصاب تعلیم اور اسماعیل میرٹھی	۱۰۹
اے۔آر۔منظر	اقبال مجید کے ناولوں کا عصری شعریات	۱۱۵
سوشیل کمار	ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی تنقیدی خدمات: ایک جائزہ	۱۱۷
نجم الثاقب عباسی	مولانا علی میاں ندوی کے دو پسندیدہ شاعر	۱۲۳
محمد لیاقت احمد	ہمعصر اردو افسانے کی معتبر نسوانی آواز	۱۲۷
ناہد افشاں	انتظار حسین کے ناولوں میں ہجرت ایک جائزہ	۱۳۰
ڈاکٹر محمد عاشق خان	مولانا محمد باقر بحیثیت صحافی	۱۳۲
عطاء اللہ عتو	آنند لہر کا فن ناول کے آئینے میں	۱۳۴
نازنین خاتون	حسن آرزو فن کے آئینے میں	۱۳۶
محمد ندیم	بہار میں مکتوب نگاری (1980 سے 2020 تک)	۱۳۸
سائرہ سلطانہ	اردو ناول کا فنی تناظر	۱۴۱
ڈاکٹر نور نبی انصاری	پریم چند اور ان کا تصور حیات	۱۴۳
محمد سعد ظفر	علم الکتاب: تصوف کے باب میں اجتہاد کا استعارہ نو	۱۴۵
نثار احمد	اردو، ہندی کے نمائندہ ناولوں کا تقابلی مطالعہ	۱۵۰
ڈاکٹر زیب النساء سعید	اردو ادب اور نئی سماجی فکریات	۱۵۳
محمد شاہد	جمال احمد الغیطانی: حیات و خدمات	۱۵۶
راحیلہ	افسانہ ”اپنے دکھ مجھے دے دو“ میں نسائی حسیت	۱۵۸

ڈاکٹر زین العابدین	قاضی ظہورالحسن ناظم بحیثیت مورخ	۱۵۹
محمد افضل زیدی	''کشف المحجوب'' سرچشمۂ ہدایت	۱۶۲
منظور احمد ٹھوکر	کشمیر میں مرثیہ	۱۶۵
ضیاءالاسلام	مقبول عام ادب کے فروغ میں رسائل وجرائد کا کردار	۱۶۷
طارق احمد بٹ	سماج، توہمات اور کشمیری لوک ادب	۱۷۰
امتیاز احمد لون	'' اور بے خلوت نہیں سازِ سخن '' عالمِ تخیل سے علامہ اقبالؒ کی گفتگو مولانا رومیؒ سے	۱۷۳
سنیل کمار	اردو شاعری میں انسانیت کا درس	۱۷۶
ڈاکٹر سید ادیب حسن	فراست زید پوری کی فارسی مرثیہ نگاری کا اجمالی تعارف	۱۷۹
منظور احمد ٹھوکر	مرثیہ	۱۸۲
ڈاکٹر موسیٰ اقبال	جدید غزل	۱۸۴
شاہجہاں	اشفاق احمد کے افسانوں میں رومانوی کردار	۱۸۶
ڈاکٹر بلبیر	راجندر سنگھ بیدی بحیثیت افسانہ نگار	۱۹۰
محمد افضل زیدی	جدید غزل اور ندا فاضلی	۱۹۲
محمد مقیم	ایک پراسرار احتجاجی شاعر: ن۔م۔راشد	۱۹۵
محمد رازی	عرفان صدیقی کی شاعری میں شعریات ولفظیات اور علامات	۱۹۹
نادرہ پروین	''آخری کوشش'' حیات اللہ انصاری کا نمائندہ افسانہ	۲۰۲
محمد مجاہد	عربی ادب کا ایک اہم نام ماجد سلیمان	۲۰۵
انجیلا قریشی	کھوکھلی گگر کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ	۲۰۷
ڈاکٹر محمد طارق	قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں نسوانی کرداروں کا تانیثی مطالعہ	۲۰۹
اعلم شمس	قاضی عبدالستار	۲۱۲
محمد رضوان	فن تاریخ گوئی (ایک تحقیق، ایک تجزیہ)	۲۱۴
سُدیش راجوال	جدیدیت کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ شاعر شہریار	۲۱۸
جویریہ خاتون	''گریز'' موجودہ دور کی مثال''	۲۲۰
سنگیتا راجوال	اپنے وقت کا اہم تخلیق کار ندا فاضلی	۲۲۲

قاضی عبدالستار

اعلم شمس

اُردو نثری اسالیب کی مخصوص طرز یعنی تشبیہ و استعارات، قولِ محال، نادر استعاراتی نظام اور نایاب ترکیبوں کے استعمال کو اپنانے والوں میں قاضی عبدالستار کا نام سہرِ فہرست نظر آتا ہے۔ قاضی عبدالستار کے یہاں نادر تشبیہات و استعارات کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ وہ صاحبِ اسلوب نثر نگار ہیں۔ ان کا اسلوب اپنی مثال آپ ہے۔ ان کی نثر میں وہ جاذبیت ہے کہ جب ان کا افسانہ یا ناول پڑھا جاتا ہے تو ان کی نثر قاری کو محو کر لیتی ہے۔ قاضی صاحب واحد ایسے اسلوب نگار ہیں جو موضوع کے حساب سے اپنا اسٹائل متعین کرتے ہیں۔ وہ جب دیہات کی زندگی پر لکھتے ہیں تو ان کا اسلوب ایک دم زمین کی خوشبو لیے ہوتا ہے اور ان کے قلم کے جادو سے گاؤں دیہات کی زندگی اور وہاں کی روایات کی ہو بہو تصویر اُبھر جاتی ہے۔ قاری اس ماحول میں کھو جاتا ہے۔ شہر کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہیں تو ان کا اسلوب ایک دم بدل جاتا ہے اور وہ شہر کی ضروریات اور اس کی کشمکش کے حساب سے متعین ہوتا ہے۔ اسی طرح جب قاضی صاحب زمینداروں پر لکھتے ہیں تو ان کا اسلوب الگ ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ موضوع کے مطابق اسلوب بدل جاتا ہے۔ وہ اپنے جس وصف کی وجہ سے پوری اُردو دنیا سے ممتاز نظر آتے ہیں وہ ہے ان کا میدانِ جنگ کا نقشہ کھینچنا۔ اس سلسلے میں کوئی بھی ان کے قریب نہیں پہنچتا۔ صرف کچھ کوشش عزیز احمد نے ضرور کی ہے لیکن وہ بات کہاں جو قاضی صاحب کی ہے۔

قاضی عبدالستار اُردو کے بہترین افسانہ نگار اور ناول نگار ہیں۔ اُردو فکشن کے تاج میں قاضی صاحب ایک چمکتا ہوا ہیرا ہیں۔ انھوں نے تاریخی اور معاشرتی ناول لکھے ہیں۔ ان کے تاریخی ناول صلاح الدین ایوبی، دارا شکوہ، غالب اور خالد بن ولید ہیں۔ معاشرتی ناولوں میں دودِ چراغِ محفل، شب گزیدہ، مجو بھیا، بادل، غبارِ شب، حضرت جان اور تاجم سلطان وغیرہ ہیں جب کہ افسانوں میں پیتل کا گھنٹہ، ٹھاکر دوارہ، ماڈل ٹاؤن، ایک دن، سوچ، تحریک، آنکھیں، نیا قانون اور چنگیز کی موت وغیرہ خاص ہیں۔

عہد

اتر پردیش کے ضلع سیتاپور کی ایک چھوٹی سی آبادی مچھریٹہ میں قاضی عبدالستار نے 1933 میں ایک زمیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ انٹرمیڈیٹ تک سیتاپور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ کا رُخ کیا اور آخر کار 1957 میں ''اردو شاعری میں قنوطیت'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے اپنا تحقیقی کام طنز و مزاح کے شہنشاہ، صاحبِ اسلوب نگار پروفیسر رشید احمد صدیقی کی نگرانی میں مکمل کیا۔ 1956 میں وہ یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں لکچرار ہو گئے اور پھر بغیر کسی انٹرویو کے پروفیسر ہونے کے بعد صدرِ شعبہ بھی ہوئے اور پھر وہیں سے وہ ریٹائر ہوئے۔

قاضی صاحب کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا جب کہ دوسری سے دو بیٹے ہوئے۔ قاضی صاحب اپنے خاندان میں اکیلی نرینہ اولاد تھے جس کی وجہ سے ان کے ناز و نخرے اٹھانے کے لیے پلکیں بچھی رہتی تھیں۔ عیش و عشرت کے کسی سامان کی کمی نہ تھی۔ زندگی کو پورے کمال کے ساتھ جینے کا موقع قدرت نے عطا کیا تھا۔ قاضی صاحب ایک بہت بڑے زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زمیندارانہ ماحول کی پوری چھاپ ہمیں ان کی زندگی اور ان کی تخلیقات میں نظر آتی ہیں۔ ظاہر ہے ان کی پرورش زمینداری کے اس ماحول میں ہوئی تھی، جب زمینداری کا صرف نام ہی نام رہ گیا تھا۔ انگریز اس کا کام تمام کر چکے تھے۔ بوسیدہ عمارت کے کسی مضبوط ستون کی طرح کہیں کہیں ہی زمینداری کا کوئی واضح نظر نظر آتا تھا۔ وقت کے بے رحم ہاتھوں نے انھیں کی حسرتوں کا گلا گھونٹ دیا تھا جنھیں وہ خود گلگشت چمن کرایا کرتے تھے۔ کسادگی اور تنگدستی کی کشمکش میں تنگدستی کو سرپرستی حاصل ہو گئی تھی۔ عیش و عشرت، آسودگی، فراوانی، اور حکمرانی جہاں ٹھوس ٹھوس کے بھری ہوئی تھی وہاں اب کس مپرسی، بے بسی، کرسنگی، نقاہت اور حسرتوں نے سب کچھ خالی کر دیا تھا اور یہ ایسا خلا تھا جس کو چھپانے کی کوشش نے زندگی کو اور اجیرن بنا دیا تھا۔ قاضی صاحب نے زمینداوروں کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کو دیکھا بھی اور محسوس بھی کیا۔

قاضی صاحب کی پیدائش کے وقت ملکی اور قومی سطح پر آزادی کی جدوجہد اپنے پورے شباب پر تھی۔ عوام میں انگریزوں کے خلاف زبردست غم و غصے کا لاوا پھٹ رہا تھا۔ انگریزوں کو بھی لگنے لگا تھا کہ اب وہ زیادہ دن ہندستان میں نہیں رہ سکتے۔ اُردو ادب خاص طور سے ترقی پسند ادب حب الوطنی کے جذبے کو ہر دل میں کوٹ کوٹ بھر رہا تھا۔ اُردو فکشن پریم چند کی قیادت میں ترقی کے منازل طے کر رہا تھا۔ مزدور اور کسان زندگی کی رمق محسوس کرنے لگے تھے۔ ترقی پسند تحریک کسانوں اور مزدوروں کی آواز بن گئی تھی۔ آزادی کا جذبہ ہر ذرّے میں محسوس ہونے لگا تھا، اب ہر کوئی غلامی کا پٹّہ اپنے گلے سے اُتارنا چاہتا تھا۔

قاضی عبدالستار کا تعلق بھی ایک زمانے تک ترقی پسند تحریک سے رہا ہے۔ بعد میں انھوں نے علی سردار جعفری سے ناراضگی کے سبب تحریک کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ قاضی صاحب ہمیشہ انسان دوست رہے۔ بقول ڈاکٹر احمد خان:

''قاضی صاحب کے خمیر میں ہی حقیقت پسندی اور انسان دوستی بھری ہوئی ہے، ان سے نہ تو زمینداروں کی تکلیف دیکھی جاتی ہے اور نہ ہی محنت کشوں کی پریشانی۔ وہ انسانی قدروں کی پامالی پر ہی نہیں بلکہ تہذیبی قدروں کے زوال

سبق اردو

ا یڈیٹر،پرنٹر،پبلشر : ڈاکٹرمحمدسلیم　سرنامۂ سرورق : عادل منصوری　جلد:۷، شمارہ: ۱۱　نومبر۲۰۲۲
موبائل:9919142411　سرورق : دانش الہ آبادی　Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)
واٹس ایپ:9696486386　کمپوزنگ : دانش الہ آبادی،اہل قلم　IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214
sabaqeurdu@gmail.com　مطبع:عظیم انڈیا پرنٹنگ پریس،سنت روی داس نگر، بھدوہی　Bank of Baroda, Branch: Gopiganj
فی شمارہ: -/200،زرتعاون:-/1000　زرتعاون خاص:-/2000،اعزازی تعاون:-/5000　Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ر۔ن۔(بھدوہی)ہی کی عدالت میں ہوگی۔ادارہ

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹردانش الہٰ آبادی

ندیم احمد	ترقی پسند تحریک اور محمد حسن عسکری	۵
ڈ اکٹرعبدالحق نعیمی	تعلیم اور روزگار	۱۱
ڈاکٹرمجاہدالاسلام	پروفیسر کرامت علی کرامت کی مقدماتی تنقید	۱۴
ڈ اکٹرصالحہ صدیقی	محمد علی جوہر کی لافانی صحافتی خدمات	۱۷
و کرم مڈیال	نسیم حجازی کی ادبی خدمات	۲۰
عبدالرشید میر،(قلمی نام میر راشد)	جدید اُردو افسانے کی ایک منفرد آواز : خالدہ حسین	۲۲
مبشر احمد	اُ ردو ادب پر تحریک ولی اللّٰہی کے اثرات	۲۴
و سیم احمد راتھر	معاصر اردو ناول کے تہذیبی وسماجی سروکار	۳۲
عائشہ انصاری	شمس الرحمٰن فاروقی:ایک جائزہ	۳۴
و قار احمد	حالی وشبلی کا تنقیدی مطالعہ (مقدمہ شعروشاعری وموازنہ انیس ودبیر کی روشنی میں)	۳۶

عصمت رحمان	’’پہلو در پہلو‘‘ کا تنقیدی جائزہ	۴۱
ڈاکٹر غلام محمد لون	مرزا غالب	۴۴
اعلم شمس	اُ ردو میں سیکولرزم کی وضاحت	۴۶
ڈ اکٹر سید حسین زیدی	پریم چند کی افسانہ نگاری پر ٹالسٹائی کے اثرات:	۴۹
محمد صدیق	حضرت بابا غلام علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات خطہ پیر پنجال پر	۵۱
ہلال احمد گنائی	علی میاں ندویؒ اور ادبِ اطفال	۵۶
عطیہ سنبل	ر شید جہاں کے افسانوں میں نسوانی کردار	۵۹
محمد شہنواز عالم	ا میر خسرو کی شاعری میں عرفانی تصورات و مسائل	۶۲
محمد شوذب	تحریک مشروطیت اور ترقی پسند تحریک کی شاعری میں انقلابی تصور: ایک تقابلی مطالعہ	۶۵
محمد اکبر حسین	سلطان جہاں بیگم کی تصنیف ’’سیرت مصطفیٰ‘‘ کا تجزیاتی مطالعہ	۷۰
شمشیر علی	سردار دیوان سنگھ مفتون: شخص اور صحافی	۷۳
محمد سفیان	پیغام آفاقی کی شعری کائنات	۷۷
معصوم علی، ڈاکٹر عبدالجبار	پرائمری تعلیم میں بلینڈیڈ طرز رسائی: جدید رجحانات کی قبولیت اور خلاء کا خاتمہ	۷۹
شائستہ عالم	شمیم نکہت کے افسانوں میں عکس عہد رفتہ	۸۲
ڈ اکٹر عبدالحق نعیمی	ڈ اکٹر ٹی آر رینا کی حیات وادبی خدمات	۸۵
آسیہ اختر	جموں وکشمیر میں معاصر اردو افسانہ	۸۷
محمد لیاقت احمد	پروین شیر کی شعری حسیت	۹۱
ناہد افشاں	ا نتظار حسین کے ناول اور اساطیری جمالیات	۹۳
نازنین خاتون	شفق کے افسانے ایک مطالعہ	۹۴
ڈ اکٹر ناظم حسین خان	ا نقلابی غزل کا حقیقی شاعر بسمل عظیم آبادی	۹۷
زرینہ بانو	لداخ میں اردو زبان اور تعلیم کا پس منظر	۹۸
ر افیعہ اختر	جموں وکشمیر میں اردو زبان، خدوخال	۱۰۰
محمد الطاف مہدی	مذہبی یکجہتی اور داراشکوہ	۱۰۴
محمد اختر علی	مجروح سلطان پوری کی شاعرانہ عظمت	۱۰۷
محمد رضا	نیر مسعود کے افسانے ’اوجھل‘، ’نصرت‘ اور ’مارگیر‘ کا تجزیاتی مطالعہ	۱۱۱

اُردو میں سیکولرزم کی وضاحت

اعلم شمس

انسان کی فطرت ہے کہ وہ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔اس طرح رہنے کا اسے پہلا موقع اپنے اہل وعیال، خاندان اور قبیلے نے فراہم کیا۔ خاندان اور قبیلے کی منزل سے آگے بڑھ کر انسان جیسے جیسے سماجی زندگی کی برکتوں سے آشنا ہوتا گیا ویسے ویسے وہ اپنے اقتصادی، سماجی اور مذہبی جذبات اور بقائے نسل وتحفظ جائداد کے احساس کے تحت اتحاد واشتراک کی ضرورت کو بھی محسوس کرتا گیا، لہٰذا جگہ جگہ بستیاں بنا کر رہنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں اپنی بستیوں، اپنے سماج اور اپنے مذہب سے وابستگی اور وفاداری پیدا ہوتی گئی۔ مہذب سماج میں زندگی بسر کرنے کا سب سے بڑا سلیقہ یہی رہا ہے کہ ہر فرد خود زندہ رہے اور دوسروں کو زندہ رہنے کا موقع دے، البتہ جیسے جیسے تہذیبی ارتقاء کی رفتار تیز ہوتی گئی ویسے ویسے ذہن و دماغ کی وسعت کے ساتھ مہذب زندگی کے تقاضے آگے بڑھتے رہے اسی لحاظ سے زندگی کی اعلیٰ قدروں کا معیار بھی بلند ہوتا رہا۔ کبھی رشی منیوں اور مفکروں نے انسانیت کی اعلیٰ قدروں پر زور دے کر اسے سکون حاصل کرنے کے ذرائع سے روشناس کرایا کبھی سیاسی رہنماؤں اور قومی مصلحین نے قومیت اور اجتماعی تصورات کے پیمانے مقرر کیے لیکن ہر طرزِ فکر میں تہذیبی عظمت و بلندی کے لیے جن عناصر کو بنیادی حیثیت دی گئی وہ یہ ہیں کہ انسانی مساوات، ظلم و جور سے نفرت، اتحاد واتفاق، اقتصادی برابری، فرقہ وارانہ ہم آہنگی وغیرہ کی ایسی تبلیغ کی جائے جس کے ذریعے تمدن اپنے ارتقاء کی آخری منزل تک پہنچ سکے۔اس طرح انفرادی فطرت کے اختلاف کے باوجود ان تصورات کی ہم آہنگی انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب رکھتی ہے اسی سلسلے میں مذہبی آزادی اور فرد کے ذاتی و انفرادی اعتقادات کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ یہاں مذہب سے دوری کا تصور کار فرما نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مذہب کی یہ آزادی دوسروں کے مذہبی اعتقادات کے برتنے میں حائل نہ ہو اور اسے سیاست سے الگ رکھا جائے انھیں تصورات کو وسیع معنوں میں سیکولرزم کی اصطلاح قرار دیا گیا ہے۔

سیکولرزم کے مفہوم میں بہت اُلجھاؤ پایا جاتا ہے۔اس مفہوم کی تشریح لوگوں نے مختلف طرح کی ہے، اس سلسلے میں ڈاکٹر مشیر الحق کہتے ہیں:

''ہر طرف سے سیکولر نظریات اور سیکولرزم کی آوازیں تو آتی ہیں لیکن متعین طور سے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ سیکولرزم ہے کیا...جلد ہی سیکولرزم ایک مبہم نظریہ بن کر رہ گیا جس کی تشریح میں ہر شخص آزاد تھا''۔ (ڈاکٹر مشیر الحق: مسلمان اور سیکولر ہندوستان، مطبوعہ اگست 1873،ص 12)

ڈاکٹر اختر بستوی لکھتے ہیں:

''سیکولرزم کے مفہوم کے بارے میں الجھاؤ اور اختلافِ رائے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں سیکولرزم کا تصور صدیوں سے ارتقاء پذیر رہا ہے اور اس نے مختلف ممالک اور مختلف ادوار میں مختلف سمتیں اختیار کی ہیں۔کبھی اس کا رُخ منفی سیکولرزم کی طرف رہا ہے جس نے مذہب کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کی روش اپنائی ہے اور کبھی اس نے مثبت رُخ اختیار کر کے مذہب کی اہمیت اس کے اپنے مخصوص دائرے میں تسلیم کرنے اور مذہبی رواداری پر زور دینے کا رویہ اپنایا ہے''۔

(ڈاکٹر اختر بستوی: سیکولرزم اور اردو شاعری، اتر پردیش اردو اکادمی، پہلا اڈیشن 1992،ص 17)

دراصل سیکولر اور سیکولرزم خالص مغربی اصطلاحیں ہیں۔لاطینی زبان میں سیکولم (Seculum) کے لغوی معنی ''دنیا'' کے ہیں۔قرونِ وسطیٰ میں کیتھولک پادری دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، ایک وہ پادری جو کلیسائی ضابطوں کے تحت خانقاہوں میں رہتے تھے۔دوسرے وہ پادری جو عام شہریوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔کلیسا کی اصطلاح میں آخر الذکر کو سیکولر پادری کہا جاتا تھا۔وہ تمام ادارے بھی سیکولر کہلاتے تھے جو کلیسا کے ماتحت نہ تھے اور وہ جائدادیں بھی جن کو کلیسا فروخت کر دیتا تھا۔آج کل سیکولرزم سے مراد ریاستی سیاست ونظم و نسق کی مذہب یا کلیسا سے علاحدگی ہے اور سیکولر تعلیم وہ نظام ہے جس میں دینیات کو تعلیم سے الگ کر دیا جاتا ہے۔انسائیکلوپیڈیا برٹانکا میں ہے:

''سماج میں سیکولرزم ایک ایسی تحریک ہے جس کا رُخ ماورائی دنیا سے اس دنیا کی جانب ہوتا ہے۔قرونِ وسطیٰ میں خالص مذہبی لوگوں میں انسانی امور سے ناپسندیدگی اور خدا اور مابعد زندگی کے متعلق مراقبہ کا ایک قوی رجحان دکھائی دیتا تھا۔قرونِ وسطیٰ کے اس رجحان کے ردِ عمل کے طور پر نشاۃِ ثانیہ کے دور میں سیکولرزم نے نوعِ انسانی کی خدمت اور اس کے مطالعے میں ترقی کی شکل میں خود کو پیش کیا۔یہ وہی دور تھا جب انسانی ثقافتی کارناموں اور اس دنیا میں ان کی تکمیل کے متعلق لوگوں کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔جدید تاریخ کے پورے دور میں سیکولرزم کی تحریک نشوونما پاتی رہی جسے زیادہ تر مسیحی مخالف اور مذہب مخالف سمجھا جاتا رہا''۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانکا، جلد 9، صفحہ نمبر 19، پندرہواں ایڈیشن 1768)

اور انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں سیکولرزم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''سیکولرزم ایک اخلاقی نظام ہے جو قدرتی اخلاق کے اُصول پر مبنی ہے اور الہامی مذہب یا مابعد الطبیعات سے جدا ہے۔اس کا پہلا کلیہ فکر کی آزادی ہے یعنی (۱) ہر شخص کو اپنے لیے کچھ سوچنے کا حق۔(۲) تمام فکری امور کے بارے میں اختلافِ رائے کا حق۔(۳) تمام بنیادی مسائل مثلاً خدا یا روح کی ابدیت وغیرہ پر بحث ومباحثے کا حق۔سیکولرزم یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ موجودہ زندگی کی خوبیوں کے علاوہ کوئی اور خوبی نہیں ہے البتہ اس کا مقصد وہ مادّی حالات پیدا کرنا ہے جن میں

سہ ماہی دہلی

تاریخ ادب اردو

اردو ادب کا نقیب و ترجمان

جلد:۵ {جنوری تا مارچ} شمارہ:۱

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر محمد یحیٰ صبا

مینیجنگ ایڈیٹر: رمیض مصباحی ، لاریب اشہر

خط و کتابت/ترسیل وزر کا پتہ

سہ ماہی تاریخ ادب اردو دہلی، ۲۴۹۶، دوسری منزل، پنجابی بستی، سبزی منڈی، گھنٹہ گھر، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۷

2496, 2nd Floor, Punjabi Basti, Sabji Mandi, Ghanta Ghar, Delhi-07

E-mail:editortau@gmail.com website:tareekheadabeurdu.com

Mobile No.:+91-9968244001

اس شمارہ کے مشمولات سے مدیر/وابستگان کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ کسی بھی تحریر/اقتباس کے لیے مضمون نگار

خود ذمہ دار ہے۔ ''تاریخ ادب اردو'' سے متعلق کسی بھی تنازعہ کا حق سماعت صرف دہلی کی عدالت میں ہوگا۔

مشمولات

اداریہ:		5
☆نور جہاں نور: ایک حرماں نصیب شاعرہ	ڈاکٹر فرخندہ ضمیر	9
☆ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی کی شعری وفکری جہات	ڈاکٹر پروفیسر محمد یحییٰ صبا	15
☆نظم مناجات بیوہ کے مرکزی خیال	محمد رمیض مصباحی	35
☆اردو میں تانیثی تنقید کا تجزیاتی متعالہ	سراج انور محمد میراں	42
☆ ماحولیاتی تحفظ پر مبنی چند بنیادی اسلامی تعلیمات کا جائزہ	ڈاکٹر جہانگیر احمد	69
☆ آزادی سے پہلے ہندوستان کی مسلم سیاسی تنظیمیں وجماعتیں	ثناء جبین ڈاکٹر محمد خورشید عالم	82
☆ہندوستان کی مشترکہ تہذیبی وراثت	اعلم شمس	98
☆سفرنامہ	محمد محتشم	114

ہندوستان کی مشترکہ تہذیبی وراثت

کلیدی الفاظ: #ہندوستان #تہذیبی #وراثت

اعلم شمس، اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج
(دہلی یونیورسٹی)

تلخیص:

ہندوستان ایک عظیم ملک ہے اس کی عظمت کی داستان تاریخ میں بکھری پڑی ہے یہ ملک ہمیشہ سے مختلف اقوام کی آماجگاہ رہا ہے اور یہاں سبھی قومیں آپس میں مل جل کر رہتی چلی آئی ہیں۔ مسلمان جب اس ملک میں آئے تو یہاں کے باشندوں نے انھیں یہاں رہنے کی جگہ دی۔ مسلمان ہندوستان میں ۷۱۲ء داخل ہوئے سندھ اور ملتان میں انھوں نے حکومت قائم کی جبکہ تاجر کی حیثیت سے مسلمان جنوبی ہند میں پہلے سے آتے رہے تھے آٹھویں صدی اور اس کے بعد وہ مالابار کے ساحلوں سے لے کہ گجرات تک آکر بستے رہے ہیں اسی وقت سے اسلامی تہذیب اور ہندو تہذیب کا باہمی تاثیر و تاثر کا معاملہ شروع ہو گیا اور اس کی پہچان یہ ہے کہ سندھی، گجراتی اور دراوڑی زبانوں میں عربی کے الفاظ بہت بڑی تعداد میں ملتے ہیں۔ گیارھویں صدی کے آخر تک مسلمانوں نے ہندوؤں کی تہذیب کو اپنانا شروع کر لیا تھا لیکن تیرھویں صدی میں سلطنت دہلی کے قیام سے اس مشترکہ تہذیب کے فرغ کو جلا ملنا شروع ہوگئی۔ مسلم حکمرانوں نے پہلے تو اسلامی طرز کی حکومت قائم کرنی چاہی لیکن مختلف وجوہ سے ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی حالانکہ حالات مسلمانوں کے ہندوؤں میں یا ہندوؤں کے مسلمانوں میں جذب ہو جانے کے لئے سازگار نہیں تھے لیکن انھوں نے رفتہ رفتہ دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے سے متاثر ہونے پر مجبور کر دیا اور چند صدی کے بعد ہندوستان کے سیاسی اور تہذیبی مسئلے کو حل کرنے کی ایک نئی صورت

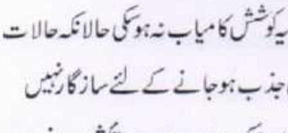

سبق اردو

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر: محمد سلیم
سرنامۂ سرورق : عادل منصوری
جلد:۸، شمارہ:۴
اپریل ۲۰۲۳

موبائل: 9919142411
سرورق : دانش الہ آبادی
Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)

واٹس ایپ: 9696486386
کمپوزنگ : دانش الہ آبادی، اہل قلم
IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214

sabaqeurdu@gmail.com
مطبع: عظیم انڈیا پرنٹنگ پریس، سنت روی داس نگر، بھدوہی
Bank of Baroda, Branch: Gopiganj

فی شمارہ: ۲۰۰ (دوسو روپے)
زر تعاون: ۱۰۰۰ (ایک ہزار روپے)
Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ ر۔ ن۔ (بھدوہی) ہی کی عدالت میں ہوگی۔ ادارہ

چیف ایڈیٹر
دانش الہٰ آبادی

ڈاکٹر مجاہد لاسلام	رتن سنگھ کا افسانہ 'ژلدو پاتشاہ': ایک تجزیاتی مطالعہ	۵
ڈاکٹر وصی احمد اعظم انصاری، عافیہ حمید	ترقی پسند عہد میں نسوانی کرداروں کی تشکیل وترتیب	۸
شاہد ملک	سراج الدین علی خان آرزو	۱۳
ڈاکٹر نصرت مینو	احمد علی کے افسانوں میں سماجی مسائل کی عکاسی	۱۶
افسری بیگم	یوسف تقی بحیثیت محقق	۱۸
محمد لیاقت احمد	حسین الحق کی افسانوی جہت پر ایک نظر	۲۰
محمد یاسر	انتظار حسین کا ناول 'بستی' ہجرت کے کرب، ماضی کی بازیافت اور اخلاقی اقدار کے زوال کا المیہ	۲۱
ڈاکٹر محمد آصف	محمد سعید کا مٹوی کی نعتیہ شاعری	۲۴
شائستہ بخاری	عائشہ مستور کی نظم نگاری	۲۷
اعجاز احمد میر	فیض احمد فیض کی شعری جمالیات	۲۹
معصوم علی، فواد رئیس، ڈاکٹر عبدالجبار	انگریزی زبان کی تدریس واکتساب میں ڈیجیٹل پیڈاگوجی	۳۳

ڈاکٹر عفت زریں	دہلی کا ایک گم نام شاعر ظہیر دہلوی	۱۲۷
سید حسین مہدی	آسمان علم وادب کے خورشید تاباں تھے قاضی سید نور اللہ شوستریؒ	۱۲۹
ریحانہ بشیر	مولوی عبدالحق کے غیر معروف اشخاص کے خاکے (گدڑی کا لال نور خاں اور نام دیو مالی کے خصوصی حوالے سے)	۱۳۱
پرینکا سنگھ	مشرف عالم ذوقی کے افسانوں میں نئے موضوعات کی عکاسی	۱۳۴
محمد مزمل حسن (گولڈ میڈلسٹ)	عبدالصمد کے افسانوں میں ہندوستانی تہذیب وثقافت	۱۳۷
محمد اظہر	اردو زبان وادب کے فروغ میں فورٹ ولیم کالج کی خدمات	۱۳۹
محمد سکندر خان	دبستانِ خمار کا روشن ستارہ طارق انصاری سعادت گنجوی	۱۴۱
ڈاکٹر عبدالحق نعیمی	ساحر لدھیانوی کا شعری تناظر	۱۴۴
ڈاکٹر عبدالرشید منہاس	ترجمہ نگاری کا فن اور اس کے مسائل	۱۴۵
زیبا فاروقی	خدیجہ مستور کے ناولوں کی نسائی جہت	۱۴۸
ڈاکٹر نیلوفر حفیظ	دارا شکوہ سکینۃ الاولیاء کے آئینہ میں	۱۵۱
انصاری عظمیٰ پروین اقبال احمد	محمد علویؔ کے کلام میں خدا کا تصور	۱۵۵
مجمل اسرار	سر سید شناسی۔ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ	۱۶۱
مقالہ نگار: مدثر بشیر بٹ	ہمدان شاہی اور ہندوستان میں جمہوری حیثیت	۱۶۴
اسحاق احمد	مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت اور اسلوب نگارش	۱۶۸
ڈاکٹر زیبا پروین	اردو شاعری میں قومی یکجہتی کے عناصر	۱۷۰
مسیح اللہ	جوگندر پال کے افسانوں میں افریقی ماحول کی عکاسی	۱۷۳
محمد ابوالاعلیٰ حیات	حسین الحق کی افسانہ نگاری	۱۷۵
علاء الدین	عاشق عظیم آبادی غزل کے آئینے میں	۱۷۶
اعلم شمس	سرور جہان آبادی: جدید نظم نگار	۱۷۸

ذات کا ہے باقی سب فانی ہے، یہ سب ایک دن ختم ہو جائیں گے اور اسی لیے بھی ہر چیز کی وجود اللہ کی ذات پر منحصر ہے ان نئی ذات، نئی تعالٰی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ دن میں ستارے موجود ہوتے ہیں لیکن سورج کی روشنی کی وجہ کر نظر نہیں آتے گویا سورت کا وجود ستارے کے وجود پر غالب آگیا۔ اسی طرح صوفیاء کو معرفت حاصل ہو جاتا ہے تو خدا کے علاوہ بھی وجود اسے ہیچ بالکہ کالعدم نظر آتا ہے۔ بقول حضرت مجذوبؔ۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

اور حضرت عاشقؔ فرماتے ہیں۔

دیر و کعبہ کی کچھ نہیں تخصیص
بھی ڈھنڈتے ہیں تجھے دل میں اپنے
حقیقت تو یہ ہے کہ محمش و قمر میں
بتوں کا روئے ریباد یکھتے ہیں
وہ ہے حرم میں وہ بتکدے میں
یہاں میکس ہے وہاں میکس ہے
جا پہنچا میں اس کا جلوہ کس میں ہے کس میں نہیں
پاس مسجد کے جو ملتا کوئی شخص مجھے
تسبیح و زمانہ، شیخ و برہمن دیر و حرم، زاہد و بید،

شاہ عاشق حسین نہ صرف صاحب دل تھے بلکہ وہ خود بھی ارشاد و تبلیغ جیسے اہم فرائض انجام وے رہے تھے اور ساتھ ہی صاحب سجادہ بھی تھے۔

صوفیاء کے یہاں انسان دوستی، موت، اور مرکز دوبارہ اٹھنے کا تذکرہ کثرت ہوتا ہے تاکہ انسان وقادی چہل و دمق میں کھو کر اپنے مالک حقیقی اور پیدائش کا مقصد نہ بھول جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی غزلوں میں بھی اصلاحی رنگ و آہنگ تو ملتا ہی ہے ساتھ میں تقدیر، سوگوار، مزار، گھر، موت، اسلام، کعبہ، مت جانہ جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

نہ زمین ہوگی نہ اللہ زمانہ ہوگا
جدمٹ جانے کے اک وبعض زمانا ہوگا
دار فانی میں ہم نے دیکھا غم
بعد مرنے زندگی پائی
موت ساری حقیقت اس کی تجھ پر کھول دی
رکھ قدم نہ عاقلورہ عذاب میں
پھنس گئے ہیں مصیبت میں آج کل اہل جہاں
پتہ اگر پوچھتے ہم اس کا
جہاں اداسی برس رہی ہو
فرصت ہی نہیں ملتی الفت میں مصیبت سے
میرے جینے سے تو میرے موت ہی اچھی رہی

لہذا یہ کہا جائے گا عاشق حسین کی شاعری خصوصی طور سے ان کی غزلیں ہمیں مکمل طور سے راہ مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتی ہیں۔ آپ نے جتنی بھی غزلیں کہی ہیں ان میں مقصدیت موجود ہے۔ لیکن اسلوبیاتی اعتبار سے ہی اپنی الگ معنویت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں شاہ عاشق حسین کی غزلیں فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اور ہم ان سے کافی حد تک متاثر ہو بھی ہوتے ہیں۔ ☆☆☆

سرور جہان آبادی: جدید نظم نگار

اعلم شمس
اسٹنٹ پروفیسر
ذاکر حسین کالج، دہلی

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں جہاں ایک طرف [illegible] سطح پر سرگرمیاں تیز ہو رہی تھیں وہیں دوسری طرف ادبی اعتبار [illegible] سے دو چار ہو رہا تھا۔ نظم و نثر کے نئے نئے پیرائے [illegible] رہے تھے۔ اگر ایک طرف اردو نثر کا چھٹا دور اردو [illegible] عہد زریں ثابت ہو رہا تھا تو دوسری طرف اردو شاعری [illegible] کے رویے جاری تھے۔ شاعری سے اصلاح معاشرہ اور [illegible] کا کام لیا جا رہا تھا۔ ابھی غالب کی آواز سنے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ خاک مشرق کو ہمدوش ثریا کرنے والا ہندوستان کے شمال مغرب میں شاعر مشرق اقبال اپنی آنکھیں کھولتا ہے۔ تو ادھر شمال میں کوہ ہمالیہ کے دامن میں بے ضلع پیلی بھیت کے ایک زرخیز قصبے جہان آباد میں فطرت کی عکاسی اور کائنات کے کینوس پر اپنے تخیل کے برش سے گونہ گوں گلکاریاں کرنے والا توانالب ولہجہ اور زندہ آواز کا شاعر منشی درگا سہائے سرور 1873ء میں اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے۔

منشی درگا سہائے سرور کے والد حکیم پیارے لال تھے وہ ایک معزز کائستھ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ علم و ادب کے پروردہ تھے۔ انہیں سخن فہمی میں بڑی مہارت تھی۔

[illegible] ہی شاعری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ انہوں [illegible] رکھا، وہ اپنا کلام کرامت حسین بہار بریلوی کو دکھاتے تھے۔ [illegible] زندگی کا محور بن گئی تھی اور وہ صحیح معنوں میں اس کا حق ادا [illegible]

[illegible] زندگی سے آج بیگانہ تھا
جانا پڑے گا تم کو خدا کی جناب میں

[illegible] "خم خانہ سرور" اور "جام سرور" شائع ہوئے [illegible] کے پہلے باضابطہ تنقید نگار حالی نے جدید اردو نظم کا جو تصور [illegible] انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع کے جن نظم [illegible] خاص طور سے سرور جہان آبادی، چکبست، نظم طباطبائی [illegible] اسماعیل میرٹھی، وحید الدین سلیم، نادر کاکوروی اور شبلی وغیرہ کے چند اہم نام کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان شاعروں نے زیادہ تر اخلاقی اصلاح اور قومی جذبہ کو بیدار کرنے کا کام کیا اور ساتھ ہی ساتھ مناظر فطرت کی عکاسی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ جدید نظم نگاری میں ان شعراء نے بڑا کارنامہ انجام دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ جدید نظم کا تصور مغربی ادبیات کے اثر کا نتیجہ ہے۔

سبق اردو

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر: محمد سلیم | سرنامۂ سرورق : عادل منصوری | جلد:۸، شمارہ:۵ | مئی ۲۰۲۳
موبائل:9919142411 | سرورق : دانش الٰہ آبادی | Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)
واٹس ایپ:9696486386 | کمپوزنگ : دانش الٰہ آبادی، اہل قلم | IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214
sabaqeurdu@gmail.com | مطبع: عظیم انڈیا پرنٹنگ پریس، سنت روی داس نگر، بھدوہی | Bank of Baroda, Branch: Gopiganj
فی شمارہ:۲۰۰ (دوسو روپے) | زرتعاون:۱۰۰۰ (ایک ہزار روپے) | Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ر۔ن۔(بھدوہی) ہی کی عدالت میں ہوگی۔ادارہ

چیف ایڈیٹر
دانش الٰہ آبادی

نیلوفر حفیظ	فن رباعی: آغاز وارتقاء	۵
اعلم شمس	صوفیائے کرام کی مذہبی رواداری	۹
ڈاکٹر عفت زریں	عصمت چغتائی کے افسانے ایک جائزہ	۱۲
ڈاکٹر فرحت علی	عصر حاضر میں ڈیجیٹل خواندگی کی اہمیت	۱۵
۱۔ڈاکٹر وصی احمد اعظم انصاری ۲۔شبیر احمد ملک	خاکہ نگاری میں شخصیت کی عکاسی	۱۷
فہیم الدین	''جامع'' ایک جائزہ	۲۱
ڈاکٹر ظفر اللہ انصاری	واقعاتی شاعری: تفہیم وتعبیر	۲۲
ڈاکٹر سید مصطفیٰ مرشد جمال شاہ القادری	جمیل صدقی الزھاوی کی شاعری پر ایک طائرانہ نظر	۲۵
ڈاکٹر ارشاد نیازی	شہر آشوب کی روایت اور 1857 کا معرکہ!	۳۰
محمد ابوالاعلیٰ حیات	طلحہ رضوی برق فن کے آئینے میں	۳۵
محمد سعید الحسن	اردو غزل اور تصوف	۳۷
محمد جسیم الدین	جیلانی بانو کا ناول 'ایوان غزل' ایک جائزہ	۳۸

صوفیائے کرام کی مذہبی رواداری

اعلم شمس
شعبہ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج، دہلی

دہلی سلطنت اور مغلیہ حکومت کے بادشاہوں نے جس مذہبی رواداری کو فروغ دیا اس کا اصل سہرا صوفیائے کرام اور سادھو سنتوں کے سر بندھتا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے میں صوفیائے کرام اور سادھو سنتوں نے بہت اہم رول ادا کیا ہے مذہبی رواداری کا سبق صوفیائے کرام اور سادھو سنتوں نے ملک کے کونے کونے میں ہر جگہ دیا۔ اسلام نے اخوت اور انسانی مساوات کا جو پیغام دیا ہے جب صوفیاء اس پیغام کو لے کر ہندوستان میں آئے اور انہوں نے یہاں کے باشندوں کو اس اخوت اور انسانی مساوات کا پیغام دیا تو ذات پات اور اونچ نیچ کے بندھنوں میں جکڑے سماج کو اس پیغام نے اس حد تک متاثر کیا کہ کافی تعداد میں لوگ ان صوفیاء کے حلقوں میں شامل ہونے لگے۔

ہندوستان میں بھگتی اور تصوف کی نشوونما ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو ہوئی۔ ہماری میں یہ دونوں تحریکیں ایک ہی مذہبی رجحان، ایک ہی قوت اور ایک ہی فکر و طرز حیات کی نمائندگی کرتی ہیں تصوف اور بھگتی اپنے ارتقاء کے ہر موڑ پر ایک دوسرے سے متاثر بھی ہوئے اور ایک دوسرے پر نظر انداز بھی، صوفیا نے اپنے اعمال و اقوال سے عام زندگی پر اثر ڈالا، بھگتی کے رہنماؤں نے بھی اپنے کردار اور زندگی کے اثر سے بھگتی کی تعلیمات کو عام کیا، ان دونوں گروہوں نے مذہبی رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو رواج دے کر سیکولر اسپرٹ کو فروغ دینے کا بڑا کام کیا، ہندوستان کے مختلف گوشوں میں عوام الناس کے قلوب کو انسانیت، محبت، یگانگت، اتحاد، وسیع النظری، بے تعصبی اور رواداری سے بھر دیا۔

ہندوستانی صوفیا کی پوری توجہ تزکیہ نفس اور تصفیہ اخلاق پر رہی ہے، اسلام کے پیغام کو دلوں میں راسخ کرنے کے لئے انہوں نے تالیف قلوب کا وہ نسخہ تجویز کیا جو اس ملک کی آب و ہوا اور مٹی کے مزاج سے میل کھاتا تھا، اس لیے انہوں نے ہندوستانی مزاج کے عناصر سمجھنے کی بھی کوشش کی اور اپنے آپ کو اس میں ڈھالا بھی۔ اسلامی اور ہندی تہذیب کے کردار میں کئی خصوصیات مشترک ہیں۔ ویدانت اور تصوف کے مشترکہ عناصر کا انداز بھی ان دونوں کے فلسفے کے مطالعے سے بہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔ ہندو جوگیوں اور صوفیوں میں عبادت و ریاضت کے بہت سے طریقے مشترک نظر آتے ہیں، ان مشابہتوں کا ایک سبب بھی ہے کہ ہندو پنڈت بغداد کے دربار اور دوسری مسلم حکومتوں سے وابستہ رہے اور ہندوستان آنے سے قبل ہی صوفیا پر ہندومت اور بدھ مت کے اثرات پڑ چکے تھے۔ کچھ مستشرقین تو تصوف کے بنیادی تصورات کا سرچشمہ ہی ویدانت کو مانتے ہیں۔ تصوف کا حقیقی سرچشمہ تو قرآن و حدیث کی تعلیمات ہیں مگر اس بیان میں یہ جزوی صداقت ضرور موجود ہے کہ جہاں تصوف کے نظریاتی ارتقاء میں افلاطونیت، عیسائیت کے اثرات کارفرما ہیں وہیں ایک طاقتور اثر ہندو مذہب کا بھی ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی عروج سے قبل وسط ایشیا کے ممالک میں بدھ مت بھی ایک طاقتور اثر کی حیثیت سے وہاں کی زندگی پر اثر انداز ہو چکا تھا، بدھ مت میں ابتداء میں خدا اور روح کا تصور نہ تھا مگر جب اسے باضابطہ مذہب کے شکل دے دی گئی تو بدھ مت میں اپنشدوں کے فلسفے کے اثر کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت مجاہدہ و مراقبہ کے بہت سے طریقے بھی شامل ہو گئے، ویدانت اور بدھ مت کی روحانی متصوفانہ تعلیمات کا نچوڑ بھگتی میں ملا تصوف میں بھگتی کے اثرات اور بھگتی کے بعد کے شعراء پر تصوف کے اثرات بالکل واضح ہیں۔ تصوف میں اسلام کے علاوہ رجحانات کے سلسلے میں ڈاکٹر تاراچند اپنی کتاب ''اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر'' میں لکھتے ہیں:

''تصوف ایک پیچیدہ چیز ہے۔ اس کی مثال اس دریا کی سی ہے جس میں مختلف ملکوں کی چھوٹی چھوٹی ندیاں آکر ملتی ہیں اور اسے ایک بڑا دریا بنا دیتی ہیں۔ اس کا اصل سرچشمہ قرآن اور پیغمبر اسلام کی زندگی ہے۔ مسیحیت اور نو افلاطونیت کے دھارے اسی میں آکر ملے اور اس کا حجم بڑھا۔ ہندویت اور بودھ ازم نے اس کو کئی نئے خیالات دیے اور قدیم ایرانی مذاہب جیسے زرتشت اور مانی کے مذاہب وغیرہ نے بھی اسے اپنا اپنا حصہ دیا۔

صوفیا نے اسلامی مساوات، بلا لحاظ رنگ و مذہب و نسل انسان کی حرمت اور وحدانیت پر زور دیا۔ ان تعلیمات نے ہندو سماج اور مذہب میں روشنی کی نئی لہر پیدا کی۔ ہندوؤں نے بھی اسلامی توحید کے جواب میں اپنے یہاں وحدانیت کو تلاش کر لیا اور انھوں نے اس پر زور بھی دیا۔ ہندومت کا احیا ایکطرف تو اسلام کے مقابلے میں دفاع کی حیثیت رکھتا تھا۔ دوسری طرف بھگتی کا عروج اسلام اور ہندومت کی تعلیمات کی آمیزش کا نتیجہ تھا۔ ان محرکات و عوامل ہی نے آگے چل کر گرونانک اور کبیر جیسے پیشوایان مذہب کو جنم دیا۔ جن کے یہاں ہند اسلامی مذہبی ترکیب کے بہترین ثمرات رونما ہوئے۔

تصوف اور ویدانت میں بہت سے عناصر مشترک تھے جنھوں نے مذہبی رواداری کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ ہندوستان میں بسنے والے صوفیا نے اسلام کو ہندوستانی ذہن اور مزاج، تہذیب اور رسم و رواج کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ اس سعی میں انھوں نے ہندوؤں کی بہت سی رسوم اور تصورات کو بھی اسلامی رنگ میں رنگ لیا۔ مذہبی فکر کی مماثلت تہذیبی اشتراک سے اور زیادہ نمایاں ہو گئی۔ اس لین دین کے نتیجے میں وہ ہند اسلامی تہذیب تشکیل پذیر ہوئی جو آج بھی پورے ملک کی مشترکہ تہذیب مانی جاتی ہے۔ اس تہذیب کی تشکیل، اس روایت کا ارتقا اور اس کے اقدار و تصورات کے تحفظ میں صوفیا نے مذہب، فنون لطیفہ سماجی اصلاح سیاسی بیداری اور تہذیبی یک جہتی کی مختلف سطحوں پر جو آبیاری کی ہے اس کے بغیر ہندوستان کی مذہبی رواداری اور اس کی تاریخ مکمل ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے ابتدائی حکمرانوں کا ہندوستان کے عوام

Tarjihaat
Volume: 11
Issue: VIII
August 2022
آن لائن ادبی رسالہ
اگست ۲۰۲۲
ترجیحات
ISSN: 2583-0082

فہرست

شمارہ اگست ۲۰۲۲

جشن آزادیٔ ہند	پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین
شعری زبان—ماہیت و مباحث	محمد سرفراز
کوئی مشکل فکر کامل کے لئے مشکل نہیں	پروفیسر زیبا محمود
ترکی اور اردو میں عام الفاظ	ڈاکٹر مصطفیٰ سرپر آلاپ
حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری میں قرآنی حوالے	ڈاکٹر ارشد محمود آصف، زاہد ہمایوں
ترقی پسند اردو افسانہ	ڈاکٹر شیو پرکاش
مولانا ابوالکلام آزادؒ کے سماجی و سیاسی تصورات	محمد شفاء اللہ صدیقی
غیر مسلم عاشقان اردو کے دو اہم معمار: پریم چند اور کرشن چندر	ڈاکٹر ہردے بھانو پرتاپ
ادب کی تفہیم اور تنقید کی تثلیث	عصمت رحمان
بچوں کے مشہور نظم گو شاعر: اسماعیل میرٹھی	امتیاز احمد
بیکل اُتساہی شخص و شاعر	امام الدین امامؔ
چکبست کی شاعری میں وطن کی خوشبو	عطاء الرحمٰن
حبیب جالبؔ کی مزاحمتی شاعری	محمد الیاس کرگلی

Tarjihaat
Volume: II
Issue: VIII
August 2022
آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات
اگست ۲۰۲۲
ISSN: 2583-0082

ڈاکٹر ہردئے بھانو پرتاپ

اسسٹینٹ پروفیسر

ذاکر حسین دہلی کالج، دہلی یونیورسٹی

غیر مسلم عاشقان اردو کے دو اہم معمار: پریم چند اور کرشن چندر

اردو ادب کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اردو ادب کے ابتدائی زمانے سے ہی غیر مسلم عاشقانِ اردو کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ لیکن کشمکش یہ ہے کہ ہم کہاں سے غیر مسلم عاشقان اردو کا نام لینا شروع کریں جبکہ اردو زبان کی پیدائش ہی ہندو مسلم اتحاد سے ہوئی ہے۔ جو آج تک گنگا جمنی تہذیب کے نام سے دنیا بھر میں مقبول ہے۔ عام طور سے کسی زبان کا کوئی دائرہ نہیں ہوتا ہے۔ اردو کا بھی کوئی دائرہ کار نہیں ہے۔ موجودہ دور میں یہ ہند و پاک کے علاوہ جرمنی، ٹورنٹو، امریکہ، جاپان، ماریشس، تاجکستان، ازبکستان وغیرہ ممالک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ زبانیں ہر عہد میں سیاست کی شکار ہوئی ہیں۔ اردو بھی اسی طرح کی سیاسی سرگرمیوں کی شکار ہوئی۔ اور آگے چل کر اسے مسلم قوم سے جوڑ دیا گیا۔ شاید اسی لئے اس کے چاہنے والوں کو بھی مسلم اور غیر مسلم کے نقطہ نظر سے دیکھا جانے لگا وگرنہ ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم ہندوستانی زبان کو عاشقانِ مسلم اور غیر مسلم وغیرہ ناموں سے یاد کرتے۔ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں نہ جانے کتنے مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور سب ہندوستان کے ہی مختلف خطّوں کی بولیوں اور زبانوں کا استعمال کرتے ہیں۔ زبان کی بنیاد پر ہم انھیں آپس میں جدا نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ اردو زبان کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ اردو ہی کیوں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کسی بھی زبان کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن اس بات سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ یا جس مسلک کے لوگ جس کسی بھی زبان میں اپنے روز مرّہ کے کارنامے انجام دیتے ہیں آہستہ آہستہ وہ زبان بھی انھیں لوگوں سے منسوب کر دی جاتی ہے۔ اردو زبان کے ساتھ بھی کہیں نہ کہیں کچھ ایسا ہی ہوا۔ آزادی سے قبل اردو محض عوام کی زبان تھی لیکن آزادی کے بعد یہ مسلمانوں کی زبان ہو کر رہ گئی۔ لیکن اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ اردو زبان کا مسلمانوں سے منسوب ہونا کوئی فطری عمل نہیں تھا۔ ۱۹۴۷ء کے سیاسی جنگ نے نہ صرف ملک کو دو حصو میں تقسیم کیا بلکہ انسانی جذبات واحساسات کو بھی تار تار کر دیا۔ اسی سیاسی جنگ نے انسانی ابلاغ کے ذرائع کو بھی مذہبی تعصب کا شکار بنایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوبصورت زبان مسلمان ہو گئی۔ اسی لئے مجھے یہ طے کرنے میں پریشانی ہو رہی ہے کہ

بچوں کی دنیا

جلد: 10 شمارہ: 08 اگست 2022

مدیر : ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

مدیر منتظم : شاہنواز محمد خرم

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ تعلیم۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746
ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
	مضامین	
لفظ بچہ کی قانونی تعریف...	خواجہ عبدالمنتقم	06
سمبل	محمد مستمر	10
ڈاکٹر ذاکر حسین	غضنفر اقبال	13
بانس	نسیم سعید	16
	آزادی کا امرت مہوتسو	
یوم آزادی	عائشہ سمن	21
آزادی کے دیوانوں کی کہانیاں	رونق جمال	22
یہ میرا ہندوستان	خلیق الزماں نصرت	24
آزاد بھارت اور ہم	ترنم جہاں شبنم	25
ترنگا ہمارا	خالد سرحدی	27
یوم آزادی	شکیب تائب ابن شمشاد راضی	27
	انٹرویو	
بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر نظر رکھنا ضروری ہے : عبدالعزیز عرفان		28
	نظمیں	
چھتری	کلیم ضیا	32
برسات کا موسم	وزیر عالم	33
اردو	عبدالرزاق دل کھولا پوری	33
ساتھی	شاہد انور	34
بچوں کے دوہے	جاوید رانا	34
آنکھ کھلتے ہی	ارم نعیم	35
زمین کا تحفظ	سمی اقبال	36
لوری	ساحر نصرت	37
میں آم ہوں	خطاب عالم	38
	بچوں کے بڑے ادیب	
ڈاکٹر ایم اے حق اور بچوں کی مختصر کہانیاں	محمد علیم اسماعیل	39
	کہانیاں	
اصلی سونا	بانو سرتاج	42
پرندوں کی محبت	سید تنویر احمد زاہدی	44
مدد کرو کمپیوٹر	ذاکر علی رجنیش	47
دوستی	عبدالرحمن شافی	50
	بچوں کا کتب خانہ	
ہنستا پان بولتی چھالیہ	عابد معز	52
	سائنس نامہ	
وائلڈ لائف	اکبر خان اشک جالوری	54
	صحت اطفال	
ورزش		56
	زبان شناسی	
لفظوں کو ملا کر لکھنا		59
	کہکشاں	
چمن چمن کے پھول		61
	ننھے فنکار	
پینٹنگ		62

سمبل

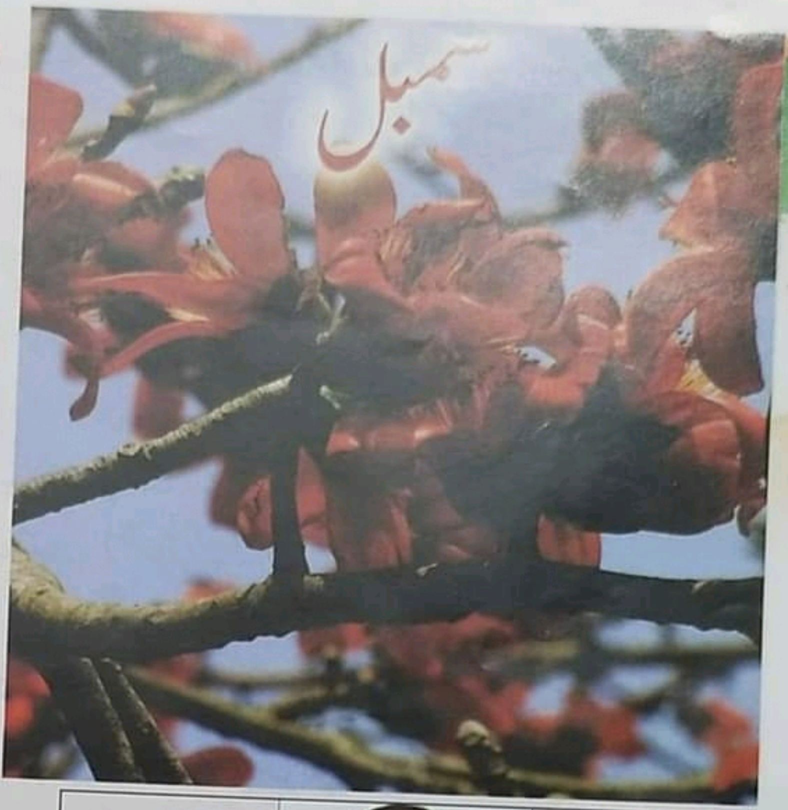

محمد مستمر

ڈاکٹر محمد مستمر کا تعلق ضلع مظفر نگر کے تاریخی قصبہ حسن پور لوہاری سے ہے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسے سے حاصل کی۔ چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی میرٹھ سے ایم اے اور ایم فل کیا۔ دہلی یونیورسٹی سے 'اردو افسانوں میں نفسیاتی عناصر کی عکاسی' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔ تقریباً 13 برس تک ہریانہ اردو اکادمی کے شعبۂ اردو خط و کتابت کورس سے وابستگی رہی۔ ان دنوں ذاکر حسین دہلی کالج میں بہ حیثیت اسسٹنٹ پروفیسر تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک درجن سے زائد کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں آؤ اردو سیکھیں (قاعدہ) آؤ اردو سیکھیں (ورک بک) بچوں کے لیے ہیں۔

یوں تو اس کائنات میں بے شمار پیڑ پودے دیکھنے کو ملتے ہیں اور اِس روئے زمین پر مست ہو کر لہلہاتے رہتے ہیں اور دعوتِ نظارہ بھی دیتے ہیں۔ یہ دعوتِ نظارہ ہر پیڑ پودے اپنی مختلف خصوصیات کی وجہ سے دیتے ہیں۔ انھیں خصوصیات کی بنا پر لوگ ان کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں۔ حالانکہ کچھ پیڑ پودے نہ پھل کے اعتبار سے خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں اور نہ پھولوں کی وجہ سے— باوجود اس کے پھر بھی وہ پیڑ پودے انسانوں کی توجہ کا مرکز رہتے ہیں۔

آم، شیشم، چنار، سفیدہ، دیو دار، ساگوان، ارجن، اشوک، چیکو، ناشپاتی، سیب، آڑو، آلو بخارا، موسمی، سنترہ، شہتوت، آنولہ، بادام، امرود، اخروٹ وغیرہ— اور اسی طرح اگر ہم پودوں کی بات کریں تو اَن گنت پودے جن میں خود رَو بھی شامل ہیں، اپنی کسی نہ کسی خوبی کی وجہ سے انسان کو اپنی جانب متوجہ بھی کرتے ہیں اور جاذبِ نظر بھی لگتے ہیں۔

درختوں میں آم، پھلوں کا راجا تو ہے ہی مگر پودوں میں گلاب کو پھولوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ ویسے تو ہر پیڑ پودے کی اپنی اپنی خوبیاں اور خاصیتیں ہیں۔ کسی درخت کے پھل کھائے جاتے ہیں تو کسی کی لکڑی قیمتی ہوتی ہے۔ کچھ درخت دونوں نوعیت سے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یعنی پھل اور لکڑی — کچھ پودے بھی کئی اعتبار سے خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں یعنی پھول، عطر، دوا— اور نہ جانے لوگ کن کن کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان تمام پیڑ پودوں میں جو ہمیں روئے زمین پر کھڑے ہوئے، لہلہاتے ہوئے، اٹھلاتے ہوئے، جھومتے ہوئے، مچلتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے، گرتے ہوئے اور سنبھلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، ان میں سمبل کے درخت کی

اُمنگ

بچوں کا ماہنامہ

وائس چیئرمین: حاجی تاج محمد

مدیر: محمد احسن عابد، سکریٹری

جلد نمبر: ۳۶، شمارہ نمبر: ۹، ستمبر ۲۰۲۲ء

فی شمارہ آٹھ روپے، سالانہ اسّی روپے

ڈرافٹ/چیک سکریٹری اردو اکادمی، دہلی کے نام ہونا چاہیے

خط و کتابت کا پتہ:

اُردو اکادمی، دہلی

سی۔پی۔او۔بلڈنگ، کشمیری گیٹ، دہلی۔ 110006

Email: aiwaneurduumangdelhi@gmail.com

فون نمبر:

23863697, 23863856, 22863566

رسالے سے متعلق شکایات ودیگر معلومات کے لیے رابطہ کریں:

23863729

سرورق: شیراز حسین عثمانی، واصف جمال

ISSN: 2321-287X

''بچوں کا ماہنامہ امنگ'' میں شائع ہونے والی تحریروں میں ظاہر کی گئی آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ تمام کہانیوں میں نام، مقامات اور واقعات میں مطابقت کو اتفاقیہ سمجھا جائے گا۔ متنازع امور پر کارروائی صرف دہلی کی عدالتوں میں ہی کی جاسکتی ہے۔

پہلی بات	ادارہ	04
مضامین:		
وقت زندگی کا بیش بہا سرمایہ	رئیس صدیقی	05
دنیا کے چند ننھے سائنسداں	عبدالودود انصاری	07
ڈاکٹر سَروپلّی رادھا کرشنن	شبانہ	10
فنکاری: حوصلہ ہے تو ممکن ہے (ایک نابینا فنکار کی کہانی)	محمد عمار/ شیراز حسین عثمانی	12
لائٹ، کیمرا اور ایکشن: ہندی سینما میں دِکھے استاد (یومِ اساتذہ پر خاص)	وامق ضیا	14
بچے کی شخصیت کی نشوونما	سیمیں مرتضیٰ	18
ٹسٹ کرکٹ میں ۱۹۹ کے شکار	سید پرویز قیصر	21
ہندوستان کی آزادی کا امرت مہوتسو	وانیہ انوار	24
ہندوستانی تہذیب کا سب سے نمایاں رنگ یکجہتی	ادیبہ	25
کہانیاں:		
جہاز کا پنچھی (کامکس)	سید واجد علی شاہ جیلانی	27
پانی قدرت کا انمول خزانہ	ڈاکٹر پرویز شہریار	35
تھکن (انشائیہ)	ڈاکٹر محمد مستمر	37
مکّاری کا انجام	ڈاکٹر محمد کلیم ضیا	39
نادان شیر اور عقلمند خرگوش	ماسٹر شمشیر علی	41
شاعری:		
ایک بچے کی گفتگو پرندوں سے	فراق جلالپوری	42
منصوبے	ڈاکٹر منصور خوشتر	42
بادل پیارے	ثناءاللہ ثنا دوگھروی	43
ہمارے بچے	احمد جلال پوری	43
علمِ ریاضی	محمد احسان انور	44
امی ابو کو سمجھادو	وسیم احمد نگرامی	45
یومِ اساتذہ: ہے یومِ معلم کی شان اور عظمت	مہناز بانو	45
بارش کا موسم آیا	خلیق الزماں نصرت	46
دیس ہمارا ہندوستان	ڈاکٹر فہیم احمد	46
اب ہنسنے کی باری	قارئین	47
میرا پسندیدہ شعر	قارئین	48
معلومات کی کسوٹی	سید عبیداللہ ہاشمی	49
آپ نے لکھا (خطوط)	قارئین	50

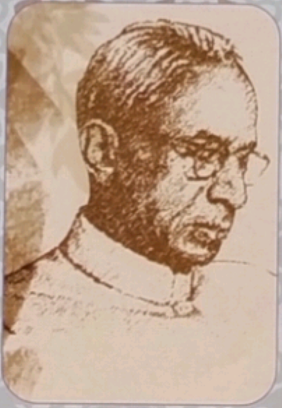

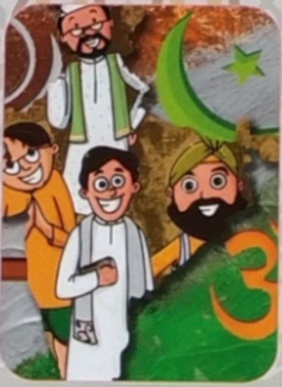

محمد احسن عابد، سکریٹری اردو اکادمی، دہلی (پرنٹر، پبلشر) نے ایس ڈی ایم پرنٹر اینڈ پیکر، بی۔۲۱۵، سیکٹر۔۴، بوانا انڈسٹریل ایریا، دہلی۔۱۱۰۰۳۹ سے چھپوا کر دفتر اردو اکادمی، دہلی، سی۔پی۔او۔بلڈنگ، نزد ورتز سینما، کشمیری گیٹ، دہلی۔۱۱۰۰۰۶ سے جاری کیا۔

تھکن

ڈاکٹر محمد مستمر......

میرا نام تھکن ہے۔ میرا تعلّق اولادِ آدم سے ہمیشہ سے ہی رہا ہے۔ ویسے اِنسانوں کے ساتھ حیوانوں سے بھی میرا رشتہ اَزل سے چلا آ رہا ہے۔ میرا شجرہٗ نسب عورت ذات سے مِلتا ہے، مگر مَیں نے بڑے بڑے سورماؤں کو بھی مات دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لوگ مجھے چھوٹی موٹی چیز سمجھتے ہیں، مگر مَیں چھوٹی موٹی چیز نہیں ہوں۔ مُجھ سے چھٹکارا نہ کسی جاندار نے پایا ہے اور نہ ہی پا سکتا ہے۔ مَیں ہر جاندار کی رَگ رَگ میں، گوشت پوست میں، ہڈّی ہڈّی میں سمائی ہوئی ہوں۔ مُجھ سے نجات پانے کی اگر کِسی نے تجویز بھی کی تو مَیں اُس پر وہاں بھی غالِب ہی آئی اور وہ میرا محکوم ہو کر رہ گیا۔

مَیں بڑا بول نہیں بولتی ہوں۔ جِس طرح حضرت سُلیمانؑ کی جنوں پر حکومت تھی۔ میری بھی ہر جاندار پر اُسی طرح حکومت ہے، مگر اِنسانوں سے میرا گہرا رِشتہ قائم ہے۔ جہاں تک میری حکومت اور طاقت کا تعلّق ہے، مَیں نے ہر حالت میں اپنے وجود کا لوہا منوایا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بھی کہا ہے کہ بڑے بڑے سورماؤں کو مَیں نے چاروں خانے چت کِیا ہے۔ اِنسان کِسی حال میں خوش نہیں رہتا۔ یہ اُس کی خصلت میں داخِل ہے۔ اگر آپ کُرسی پر آرام کر رہے ہیں اور اپنے کسی خاص دوست سے گُفتگو میں محو ہیں--- بڑی خاموشی کے ساتھ غرق اور محو ہو کر باتیں سُن رہے ہیں--- یا ٹیلی ویژن کے سامنے یکسو ہو کر کُرسی پر بیٹھے پکچر دیکھ رہے ہیں، تو ضرور تھوڑی دیر بعد آپ اپنے کولہوں کو، ٹانگوں کو، اِدھر اُدھر کرنے لگو گے۔ پاس میں بیٹھا، آپ کا ساتھی ضرور سوال کرے گا---

آپ فوراً جواب دیں گے کہ یار ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہیں یا تھکن ہو گئی ہے--- چل یار! باہر کو کہیں ٹہلتے ہیں--- اب آپ اپنے گاؤں یا قصبے کی گلیوں کو پار کرتے ہوئے جنگل یا کِسی پارک کی طرف نِکل آئے۔ قُدرَتی نظاروں اور ٹھنڈی ہوا سے مُعطّر ہوئے۔ ٹہلتے ٹہلتے کافی دور نِکل گئے۔ چال تھوڑی دھیمی ہوئی اور لگے کہنے--- یار! واپس چلیں --- ٹانگیں تھکنے لگیں--- اِتنی دور نِکل آئے کہ تھکن ہونے لگی۔

آپ مُجھ سے کِسی طرح سے نہیں بچ سکتے ہیں۔ مَیں آرام دہ صوفوں اور گدّوں پر بھی پیچھا نہیں چھوڑتی ہوں۔ اِنسان مُجھ سے کہاں تک مُقابلہ کر سکتا ہے---؟ گھنٹے دو گھنٹے بعد آپ خُود کہہ اُٹھتے ہیں کہ پڑے پڑے کمر دُکھنے لگی ہے۔ چُنانچہ مَیں آرام دہ بستروں اور قالینوں پر بھی اپنا احساس کرا دیتی ہوں۔ آپ ایک ساتھ لگا تار ایک رُخ نہیں بیٹھ سکتے۔ آپ پالتی مارے بیٹھے ہوئے ہوں تو تھوڑی دیر بعد اُکڑو بیٹھ جاؤ گے۔ کبھی بیٹھے بیٹھے ایک یا دونوں ٹانگیں پھیلا لو گے۔ آخِر وہ کونسی چیز ہے جو آپ کو مُختلِف زاوِیے بدلنے پر مجبور کرتی ہے---!!؟

اور وہ چیز مَیں ہوں۔

یعنی--- تھکن---

بہت سے حضرات ایسے ہیں کہ وہ بیتُ الخلا سے کافی دیر میں فراغت حاصِل کرتے ہیں، لیکن مَیں وہاں بھی اپنی موجودگی کا احساس کرا دیتی ہوں کہ ایسے لوگ وہاں بھی اِدھر اُدھر ٹانگوں اور کولہوں کو ہلانے اور پہلو بدلنے لگتے ہیں۔ آپ کسرت کر رہے ہوں--- دوڑ لگا رہے ہوں یا زور آوری کر رہے ہوں، کتنی دیر میدان میں رُک سکتے ہو---؟ مَیں ہر ایک کو پسینے دِلا دیتی ہوں۔

آپ ایک پیر پر مُسلسل کھڑے نہیں ہو سکتے ---! لگا تار بیٹھ نہیں سکتے ---! ایک کروٹ سو نہیں سکتے ---! پڑھ نہیں سکتے ---! جھک نہیں سکتے ---! آخِر یہ حرکت و عمل آپ مُسلسل کیوں نہیں کر سکتے ---!؟ آپ اِس لِئے نہیں کر سکتے کیوں کہ مَیں رَگ رَگ میں سمائی ہوئی ہوں۔ آپ کوئی

فہرست

اک دیا اور بجھا......	: فیضان حیدر	5

تحقیق و تنقید

مقدمات عبدالحق میں ذکر شبلی کا مطالعہ و تجزیہ	: محمد الیاس الاعظمی	7
سلسلۂ چشتیہ کے عروج و زوال کے اسباب	: فوزان ابرار	25
'قصہ پرتھی راج کا'......حقائق کی روشنی میں	: شاہد احمد جمالی	34
'ننھی کی نانی':ایک خاکہ یا افسانہ	: محمد مستمر	41
اختر مسلمی :فن شاعری کا پاسباں	: وسیم فراہی	48
ملا محمد طاہر غنی کشمیری	: جاوید احمد ملا	53
تاریخی مثنوی 'آصف نامہ' تاریخ اودھ کا ایک ورق	: علی اصغر	58
رابندر ناتھ ٹیگور کے تعلیمی نظریات :ایک مطالعہ	: عمیر حسامی، ظفر انصاری ظفرؔ	71
بلند فکر و خیال کا شاعر :کوثر معروفی	: اسامہ ارشاد قاسمی	78
اردو کی ممتاز ادیبہ: پروفیسر وحیدہ نسیم	: ظفر الاسلام	87
سید مسعود حسن رضوی ادیب اور ہماری شاعری	: محمد شاہد رضا	97
پروفیسر غلام مجتبیٰ انصاری: تنقیدی و تحقیقی خدمات	: غالب زیاد	104
ہندی، ایرانی نزاع اور حزین و خان آرزو کے درمیان......	: نجف علی	113
'سیف الملوک' میاں محمد بخش اور کلام اقبال میں مماثلت	: الطاف احمد	121
اردو کا بے لوث خدمت گزار: اعجازؔ صدیقی	: محمد صالح انصاری	129
کلاسکی طرز کا معروف شاعر-بسملؔ سعیدی	: فہیم الدین	137
شیر شاہ سوری اور تحفۂ اکبر شاہی	: اسریٰ عتیق الرحمٰن	142

ڈاکٹر محمد مستمر
شعبۂ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی، رابطہ نمبر:8920860709

'ننھی کی نانی': ایک خاکہ یا افسانہ

عصمت چغتائی اردو افسانے کی ایک توانا، مضبوط اور منفرد آواز ہے۔ عصمت فکشن کی دنیا میں جتنی مقبول ہے اتنی ہی بدنام فن کار بھی ہیں۔ ان کی آواز اور انفرادی تشخص کو دور سے ہی پہچان لیا جاتا ہے۔ دور سے پہچاننے کی خاص وجہ یہ ہے کہ عصمت کے افسانوں کے موضوعات زیادہ تر جنسیات اور نفسیات پر مبنی ہوتے ہیں۔ زبان و بیان، مکالمات، جزئیات نگاری، منظر نگاری اور قصے کا تانا بانا اپنے معاصرین افسانہ نگاروں سے بالکل الگ دکھائی دیتا ہے۔ عصمت نے اپنے افسانوں میں جس طرح کے موضوعات کا انتخاب کیا ہے اس سے وہ ہمارے سامنے بے باک اور نڈر افسانہ نگار کے طور پر نمایاں ہوتی ہیں۔ ان کی بے باکانہ تحریروں کو دیکھ کر ہی مشہور فکشن نگار قرۃ العین حیدر نے انھیں 'لیڈی چنگیزی' کے خطاب سے نوازا تھا۔

عصمت چغتائی نے سیکڑوں کے قریب افسانے لکھے ہیں، جن میں جنسیت اور جنسی عناصر کو مرکزیت حاصل ہے۔ عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں انہی موضوعات اور واقعات کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے جس سماج و معاشرے سے عصمت چغتائی کا تعلق تھا۔ ایک ایسا سماج جو دنیا کی نظر میں باعزت اور محترم سمجھا جاتا تھا مگر چہار دیواری کے اندر تعفن تھا، پراگندگی تھی، جنسی استحصال تھا، اور عزت کے نام پر بدکرداریاں عروج پر تھیں۔ ایسے ہی سماج کی چلتی پھرتی تصویریں عصمت چغتائی کے افسانوں میں سانس لیتی نظر آتی ہیں۔ جنس نگاری اور جنس زدہ ماحول سے متعلق خود عصمت یوں فرماتی ہیں:

> ''میری ابتدائی کہانیاں گھر کی چہار دیواری کے اندر بیٹھ کر لکھی گئی ہیں۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ مرد ہی بڑی گندی باتیں کرتے ہیں۔ نہیں! عورتیں بھی کرتی ہیں۔ عورتوں کے پاس زیادہ وقت ہوتا ہے۔ دوپہر کو محلے بھر کی عورتیں جمع ہو کر بیٹھ جاتی تھیں اور ہم لڑکیوں سے کہا جاتا تھا ''چلو بھاگو تم لوگ۔'' میں چھپ کر پلنگ کے نیچے گھس کے کہیں سے ان کی باتیں سن لیا کرتی تھی۔ جنس کا موضوع گھٹے ہوئے ماحول اور پردے میں رہنے والی

اڈیشا اردو اکادمی کا سہ ماہی

فروغِ ادب بھونیشور

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۲

قیمت فی کاپی ۲۵ روپے

زر سالانہ ۱۰۰ روپے (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ۲۰۰ روپے)

مدیر

ڈاکٹر سید مشیر عالم۔ سکریٹری

مجلسِ مشاورت

خاور نقیب، خالد رحیم، سعید رحمانی

خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ:

سکریٹری، اڈیشا اردو اکادمی، سنسکرتی بھون، میوزیم کمپلیکس، بی جے بی نگر، بھونیشور 751014، اڈیشا

Secretary, Odisha Urdu Academy, Sanscruti Bhawan, Museum Complex, BJB Nagar, Bhubaneswar 751014, (Odisha)

+91-674-2432163

odishaurduacademy@rediffmail.com

کمپوزنگ گرافی۔ علی ڈی ٹی پی سنٹر، Mob. 9861091494

فروغِ ادب میں شائع ہونے والی تحریروں میں ظاہر کی گئیں آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ تمام تخلیقات میں نام و مقامات و واقعات کو اتفاقیہ سمجھا جائے

ادارہ

اداریہ: ڈاکٹر سید مشیر عالم 2

نقطۂ نگاہ: عبدالمتین جامی 3

مضامین

تجربوں کا سفر..... پروفیسر کرامت علی کرامت 4

آسمانِ ادب کا درخشاں..... سید نفیس دسنوی 10

بدر محمدی اور ہم عصر..... عبدالمتین جامی 14

ڈاکٹر ایم اے حق کی افسانچہ..... محمد علیم اسماعیل 17

عبدالمتین جامی کی..... ڈاکٹر مقبول احمد مقبول 21

اردو ادب میں لوری..... مولانا مطیع اللہ نازش 24

ناول "فائرنگ رینج..... ڈاکٹر ریاض توحیدی کشمیری 27

غزل اور میڈیا..... ڈاکٹر رؤف خیر 30

گناہوں کی کھیتی..... تنویر اختر رومانی 33

نیلوفر پروین کی..... مظفر نازنین 36

فنشیر رناتھ..... ڈاکٹر ریحان احمد قادری 39

نیا قانون --- ڈاکٹر محمد مستمر 41

ایشور اللہ تیرو نام..... رنجن کمار داس 46

تیسری دنیا کے باسی..... ڈاکٹر محمد علی حسین شائق 49

خوشبو..... اشفاق برادر 53

شعریات

خالد رحیم 55

مرغوب اثر فاطمی 57

ظہیر رانی بنوری 57

شیخ شمس الحق 58

مرغوب اثر فاطمی 58

راشد جمال فاروقی 59

خالد عبادی 59

شمیم انجم وارثی 60

اصغر شمیم 61

مظہر مجاہدی 61

حسن امام فدائی 62

خطاب عالم شاذ 62

رفیق رضا 63

محمد یونس عاصم 63

شارق ریاضی 63

محمد ممتاز شعور 64

نیا قانون: ایک خاکہ یا افسانہ

ڈاکٹر محمد مستمر

سعادت حسن منٹو اردو کے صفِ اول کے افسانہ نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پریم چند، کرشن چندر، اور راجندر سنگھ بیدی کے ساتھ سعادت حسن منٹو کو بھی افسانے کی دنیا میں وہی مقام اور مرتبہ حاصل ہے جو ان حضرات کا ہے۔ اگر ان مذکورہ افسانہ نویسوں کو افسانے کے عناصر اربعہ سے تعبیر کر لیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ منٹو بدنام ہوا اور بدنام ہو کر مقبول بھی ہوا۔ اس نے اپنے معاصرین قلم کاروں میں نہج سے ہٹ کر افسانے کو فن کو چمکانے کی کوشش کی۔ جس میں وہ انتہا درجے تک کامیاب بھی ہوا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے اس کی مقبولیت میں چار چاند لگ رہے ہیں۔ نیز اس کی شخصیت کو بھی سمجھا جا رہا ہے اور اس کے افسانوں میں پوشیدہ زاویوں کو بھی۔

منٹو نے یوں تو تقریباً 250 افسانے تحریر کیے ہیں، مگر ان کے کچھ افسانے مثلاً ٹھنڈا گوشت، کالی شلوار، بو، ٹوبہ ٹیک سنگھ، کھول دو وغیرہ افسانے لازوال حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسے افسانوں میں نیا قانون بھی شامل ہے۔ نیا قانون افسانے کا پلاٹ منگو کوچوان کے اردگرد گھومتا ہے۔ منگو ایک تانگہ چلانے والا ادھیڑ عمر کا شخص ہے۔ افسانے کی قرأت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ افسانہ آزادی سے کچھ مہینے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ افسانے میں کہیں سن درج نہیں ہے لیکن جیسے جیسے قصہ آگے بڑھتا ہے اور واقعات رونما ہوتے ہیں تو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ افسانہ ہندوستان کی آزادی سے کچھ پہلے کا ہے کیونکہ منگو کوچوان کے ذریعے منٹو نے جس طرح قصے کو بیان اور جگہ جگہ حادثات کو قلمبند کیا ہے اس سے یہی پہلو ظاہر ہوتا ہے کہ افسانہ آزادی سے کچھ پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

نیا قانون افسانے کا پلاٹ گٹھا ہوا اور ایک واقعہ دوسرے واقعہ سے ربط قائم کیے ہوئے ہے۔ اور اس ربطگی کے سہارے ہی قصہ آگے بڑھتا ہے۔ افسانے کا قصہ یوں ہے کہ منگو کوچوان ایک ایسا شخص ہے جو ناخواندہ اور غیر تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی ایک مدبر اور مفکر کی طرح ہے اور سیاسی وسماجی شعور رکھنے والا شخص ہے۔ اس کی باریک نگاہیں حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھتی ہیں۔ منگو کوچوان ایک ایسا کردار ہے جو اپنے اطراف و اکناف کا ہر زاویے اور پہلو سے عمیق مشاہدہ کرتا ہے۔ منگو کوچوان کے مشاہدے کے زیرِ اثر سے افسانہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔

منگو نے سنا تھا کہ ملک میں نیا قانون نافذ ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس کے دماغی خلیوں میں نیا قانون سے متعلق ایک ایسا تصور یا ہیولیٰ قائم ہو جاتا ہے جس کے بارے میں وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہمیشہ فکر مند رہتا ہے۔ یہ نیا قانون اس کی ذات اور شخصیت سے لاحق ہو جاتا ہے۔ نیز اس نئے قانون کے متعلق اپنے دوستوں کے درمیان بھی فکرمندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ آخر کار اس نئے قانون کا وسوسہ اور وہم اسے معکوسی مالیخولیا میں گرفتار کر لیتا ہے۔ منگو کوچوان کو انگریزوں سے سخت نفرت ہے۔ افسانے کے آخری حصے میں وہ ایک گورے کی پٹائی کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی نفسیاتی بیماری اسے ایک دن جیل خانے تک لے جاتی ہے۔ افسانے کے اختتامی جملوں پر غور کیجئے تو تصویر کا رُخ واضح ہو جاتا ہے:۔

''اُس کی چوڑی چھاتی پھولی ہوئی سانس کی وجہ سے اوپر نیچے ہو رہی تھی، منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا اور اپنی مسکراتی ہوئی آنکھوں سے حیرت زدہ مجمع کی طرف دیکھ کر، وہ ہانپتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا:

''وہ دن گزر گئے جب خلیل خاں فاختہ اُڑایا کرتے تھے---اب نیا قانون ہے میاں---نیا قانون!''

اور بے چارہ گورا، اپنے بگڑے ہوئے چہرے کے ساتھ، بے وقوفوں کے مانند، کبھی استاد منگو کی طرف دیکھتا اور کبھی ہجوم کی طرف۔

استاد منگو کو پولیس کے سپاہی تھانے میں لے گئے۔ راستے میں اور تھانے کے اندر کمرے میں وہ 'نیا قانون، نیا قانون' چلّاتا رہا مگر کسی نے ایک نہ سنی۔

''نیا قانون، نیا قانون، کیا بک رہے ہو---قانون وہی ہے پرانا!''

اور اُس کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔''

کیونکہ اسے انگریزوں سے سخت

فہرست

اپنی بات	شہاب ظفر اعظمی	۵

اردو صحافت

اردو اخبارات کا دو سو سالہ سفر: ایک نظر میں	ڈاکٹر عبدالباسط حمیدی	۱۲
قومی آواز پٹنہ ایڈیشن: چند باتیں، چند یادیں	ڈاکٹر ریحان غنی	۱۶
اردو صحافت: نقش و عکس	ڈاکٹر منصور خوشتر	۱۹
صحافت کا آغاز اور اردو صحافت کی دو صدیاں	محمد علیم الدین شاہ	۳۱
اردو صحافت: تعارف، مسائل اور امکانات	ڈاکٹر نہال احمد انصاری	۵۰
رسالہ شاعر کے اداریے: ایک جائزہ	ڈاکٹر عبدالحیٔ	۵۷
پرویز شاہدی کی ادبی صحافت: جدید اردو کی روشنی میں	ڈاکٹر امتیاز احمد	۶۷
آسمان صحافت کے شمس و قمر	ڈاکٹر محمد افضال قاسمی	۷۶
مولانا ظفر علی خان: ایک صاحب طرز صحافی	ڈاکٹر مشکور معینی	۸۲
ہریانہ میں اردو صحافت	ڈاکٹر محمد مستمر	۸۹
۱۹۴۷ سے قبل بہار میں اردو رسائل	ڈاکٹر صوفیہ پروین	۹۷
بہار کا مزاحیہ اخبار الپنچ	محمد ضیاء المصطفیٰ	۱۰۱
ماہ نامہ 'سب رس': ایک اجمالی جائزہ	سرتاج احمد میر	۱۰۸
اردو صحافت کا بے باک نقیب: زمیندار	ڈاکٹر شیخ عمران	۱۱۳
اردو صحافت کی بدلتی صورت: ماضی تا حال	ڈاکٹر نعمت شمع	۱۱۸
بہار میں اردو صحافت اور قومی یکجہتی	ڈاکٹر احسان عالم	۱۲۶
بہار کے چار اردو تحقیقی رسائل: ایک جائزہ	حذیفہ شکیل	۱۳۱
وفا ملک پوری کے صحافتی کارنامے	ڈاکٹر محمد مجاہد حسین	۱۳۹

تنقید و تحقیق

پروفیسر حمید اللہ خاں عرشی	ڈاکٹر معین الدین شاہین	۱۵۰

URDU JOURNAL, A UGC CARE Listed Research Journal (ISSN-2249-7854) 2022, P:89-96
Dr Md Mustamir, Haryana Mein Urdu Sahafat: Azadi Ke Baad

ڈاکٹر محمد مُستمر
اسسٹنٹ پروفیسر، ذاکر حسین کالج، دہلی

ہریانہ میں اردو صحافت : آزادی کے بعد

''ہریانہ میں اردو صحافت'' کے حوالے سے روشنی ڈالنے سے قبل ہمیں تھوڑا سا تاریخی پس منظر کی جانب بھی جانا پڑے گا۔ جس وقت ہریانہ، متحد پنجاب کا حصہ ہوا کرتا تھا اور ہماچل پردیش بھی اسی میں شامل تھا نیز اور تھوڑا ذرا پیوستہ سے گزشتہ کی طرف سفر کریں تو آزادی سے قبل مغربی پنجاب یعنی پاکستانی پنجاب بھی اسی کا حصہ تھا ۔جس کا پایۂ تخت لاہور تھا اور صحافتی اعتبار سے لاہور، جالندھر اور امرتسر مراکز ہوا کرتے تھے۔ صحافتی نوعیت سے اُن امور میں کوئی شک وشائبہ نہیں کہ اردو صحافت میں جو کردار پنجاب نے ادا کیا وہ سب سے نمایاں ہے۔ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ پنجاب صوبہ اردو صحافت کا دارالسلطنت تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ فرانسیسی محقق گارساں دتاسی کی تحقیق کے مطابق 1852ء تک مشترکہ پنجاب سے نکلنے والے اردو اخبارات کی تعداد 24 تھی ان میں سے کچھ اخبارات روہتک، جھجر، ہانسی اور انبالہ سے بھی شائع ہوا کرتے تھے جبکہ ابھی اردو صحافت کو شروع ہوئے صرف تیس سال کا ہی عرصہ ہوا تھا۔ یہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑی بات تھی۔ ان اخبارات میں روزنامہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہنامہ سبھی طرح کے اخبارات شامل ہیں۔ ہریانہ میں اردو صحافت کو ہم چار ابواب میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1۔ آزادی سے پہلے

2۔ آزادی کے بعد (مشترکہ پنجاب کے حوالے سے)

3۔ ہریانہ کے وجود کے بعد

4۔ موجودہ صورتِ حال

لیکن ہمارا مقصد یہاں ''آزادی کے بعد اردو زبان وادب کے فروغ میں اردو صحافت کا حصہ'' پیش کرنا ہے۔ چنانچہ ہم یہاں انہی اخبارات ورسائل کا ذکر کریں گے جو صوبۂ ہریانہ سے آزادی کے بعد نکلتے رہے اور زبان وادب کی خدمت کرتے رہے۔ پہلے اُن اخبارات ورسائل کا ذکر کیا جائے گا جو پنجاب آزادی کے بعد وجود میں آتا ہے۔ آزادی کے بعد افسوس ناک پہلو یہ رہا کہ لاہور جو اردو صحافت کا گڑھ ہوا کرتا تھا وہ حصہ پاکستان میں چلا گیا اور سب سے بڑا زیاں جو پہنچا وہ اردو صحافت کو پہنچا۔ آزادی کے بعد کا پنجاب اردو زبان وصحافت سے بالکل ہی خالی ہوگیا۔ بڑے بڑے اور معیاری اخبارات سب لاہور کے حصہ میں آگئے۔ آزادی کے بعد روزنامہ

فہرست

1۔اردو کا قدیم ادبی سرمایہ پروفیسر آفتاب احمد آفاقی 6

2۔ہندی اردو سے متعلق جدید نظریات ڈاکٹر محمد قاسم انصاری 25

3۔مولانا رومی کے کلام میں امن و انسان دوستی کا پیغام ۔ڈاکٹر سکینہ خان 34

4۔ڈاکٹر جان گلکرسٹ اور فورٹ ولیم کالج ڈاکٹر جمشید احمد 38

5۔اردو نظم اور نظیر اکبر آبادی ڈاکٹر محمود حسین لون 41

6۔پرویز شاہدی: اپنے کلام کی روشنی میں ڈاکٹر وصی احمد شمشاد 48

7۔اردو صحافت کے موجودہ مسائل ڈاکٹر محمد مستر 53

8۔اقلیتوں کے لئے حکومت کی اسکیم "نئی منزل"۔
ڈاکٹر ذکی ممتاز، ڈاکٹر نہال احمد انصاری 59

9۔ادب اطفال کی پروقار شخصیت: ڈاکٹر محمد ارشد ڈاکٹر تجمل حسین 68

10۔شفیع شوق کی نظم نگاری: ایک مختصر جائزہ ڈاکٹر ظہور احمد 74

11۔وژن اور غزل: صنفی شناخت، مماثلت و مغائرت ۔ڈاکٹر جاوید احمد نجار 80

تعلیم میں مثالی تبدیلی اور بدلتے تقاضے: طرز عمل سے
12۔تعمیریت تک کا سفر ڈاکٹر شیخ وسیم، ڈاکٹر سید امان عبید 88

13۔دیواروں کے باہر: ایک مطالعہ ڈاکٹر حنا فردوس 96

14۔علامہ اقبال کا تصور روحانیت ڈاکٹر شاہ نواز شاہ، ڈاکٹر روحینہ 103

15۔چندر بھان برہمن: بحیثیت فارسی شاعر ڈاکٹر صائمہ احمد 112

16۔سر سید احمد خاں، علی گڑھ تحریک اور ہندوستانی سماج بلال احمد تانترے 117

17۔پشکر ناتھ: بطور رومان نگار عبدالرؤف محرو 121

18 chat GPT ۔ٹیکنالوجی کی دنیا میں ایک انقلابی چیٹ بوٹ ۔محمد سعادت حسین 127

19۔نسائی زاویے سے پرویز شہریار کے افسانوں کی تفہیم رضوان احمد 136

Urdu Sahafat ke Maujoda Masael by Dr. Mohd. Mústamir(|Asst. Prof. dept. of Urdu,Zakir Husain College,delhi university,Delhi)cell-8920860709

ڈاکٹر محمد مستمر (اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج، دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی)

اُردو صحافت کے موجودہ مسائل

ادب، صحافت اور سماج، یہ تثلیث ہمارے لئے جب بھی اُتنی ہی اہم تھی جب بنگلہ زبان میں شائع ہونے والا سب سے پہلا اخبار 1816 میں 'بنگال گزٹ' اور 27/ مارچ 1822ء میں 'جامِ جہاں نما' اردو کا پہلا اخبار منظرِ عام پر آیا۔ نیز آج بھی یہ تثلیث اتنی ہی اہم ہے بلکہ اکیسویں صدی کے تکنیکی دور میں اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ لیکن محققین کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ 'اردو کا اوّلین اخبار' فوجی اخبار' تھا جو ٹیپو سلطان نے 1794ء میں جاری کیا تھا۔ اس بات پر اسماعیل پانی پتی (مضمون: اردو کا سب سے پہلا اخبار اور ٹیپو سلطان، مطبوعہ: رسالہ بصائر، جنوری تا جولائی 1964) ، ڈاکٹر محمد صادق (ہسٹری آف لٹریچر)، محمد سعید عبدالخالق (میسور میں اردو)، شمیم طارق (روشن لکیریں) اور محمد الیاس بھٹکلی (سیرتِ ٹیپو سلطان شہید)، اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ یہ وہ شہادتیں ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انگریزی اور بنگلہ صحافت سے پہلے ہندوستان میں اردو صحافت کا بگل بج چکا تھا۔

ہم اپنی بات کو پھر اسی تثلیث سے شروع کرتے ہیں یعنی ادب، صحافت اور سماج۔ یہ تینوں چیزیں لازم ملزوم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ادب ہو یا صحافت، دونوں ہمارے سماج کے ارد گرد ہی چکر لگاتے ہیں۔ سماج کے بغیر دونوں کا تصور محال ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب اخبار سے جڑا ہر آدمی ادب سے بھی اتنا ہی قریب تھا جتنا کہ اُس کا رشتہ اخبار سے گہرا ہوتا تھا۔ اس کے باہمی رشتوں میں اگرچہ اب وہ بات نہ رہی ہو مگر تاہم جو لوگ ادب اور صحافت کے باہمی رشتے کی اہمیت اور طاقت سے واقف ہیں وہ صحافت کے ساتھ ادب کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتے ہیں۔ وہ حضرات بہ خوبی جانتے ہیں کہ ادب کو جانے اور پڑھے بغیر صحافت کا حق ادا ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ادب، صحافت اور سماج کے باہمی رشتے یا تثلیث کو مولانا آزاد کے تین اصولوں کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے:۔

ا۔ اخبار کو سماج کا آئینہ دار ہونا چاہئے۔

اردو کا ادبی اور ثقافتی ماہنامہ

آجکل

نئی دہلی

جلد: 81 شمارہ: 09

اپریل 2023 چیتر۔بیساکھ شک 1945

ایڈیٹر : فرحت پروین

اعزازی مدیر : حسن ضیاء

فون : 011-24369189

معاون : نرگس سلطانہ

کمپوزنگ : آئی احمد

سرورق : منجولا پٹیل

جوائنٹ ڈائرکٹر (پروڈکشن): ڈی کے سی ہردے ناتھ

آجکل کے مشمولات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں

فی شمارہ: 22 روپے

رجسٹرڈ ڈاک سے سالانہ: 434 روپے

خریداری واشتہار کے لیے منی آرڈر، چیک، ڈرافٹ یا پوسٹل آرڈر ADG, Publications Division کے نام اس پتہ پر بھیجیں:

Abhishek Chaturvedi Editor (Journals Unit)

Publications Division

779, Soochna Bhawan, CGO Complex,

Lodhi Road, New Delhi-110003

فون نمبر: 011- 24367453

رسالے کی عدم دستیابی سے متعلق شکایتیں شعبہ کو مندرجہ ذیل آئی ڈی پر میل کریں

pdjucir@gmail.com

مضامین/تخلیقات سے متعلق رابطے کا پتہ:

Editor Ajkal (Urdu)

Publications Division 601-A Soochna Bhawan

CGO Complex, Lodhi Road, New Delhi-110003

e-mail: ajkalurdu@gmail.com

website: www.publicationsdivision.nic.in

@DPD_India @dpd_India

@publicationsdivision

ترتیب

ملاحظات: نئی دہلی عالمی کتاب میلہ حسن ضیاء 4

مضامین

زبان کی تشکیل میں چرندو پرند کا حصہ ڈاکٹر نریش 5

پریم چند: تحقیق ابھی جاری ہے ڈاکٹر جمیل اختر 8

اکبر اور اقبال مشتاق عامر 11

اکبر الہ آبادی: اردو ناقدین کی نظر میں ڈاکٹر محمد مستمر 15

اقبال کا مخاطبہ نژاد نو سے ڈاکٹر حکیم رئیس فاطمہ 19

مدان ہوش سرحدی: اسے ہوا ہے..... محمد شاہد پٹھان 23

کیرالا میں اردو زبان: مسائل اور امکانات ڈاکٹر کے پی شمس الدین 27

اردو: بیرون ملک

ہم نے قطر کو دیکھا ڈاکٹر ابرار رحمانی 30

افسانے

بے گھری اسرار گاندھی 33

قرب الٰہی ڈاکٹر کوثر پروین 35

ڈراما:

جل پری صدیق عالم 38

منظومات

کرشن کمار طور، ظفر اقبال ظفر 43

ڈاکٹر معید جاوید، وارث ریاضی، نسیم عزیزی 44

ڈاکٹر کلیم ضیا، اسلم عمادی، ڈاکٹر رضوان کشفی 45

شاعر: مدھر چِن (ترجمہ: عبدالمجید ہانگل)، شمیم قاسمی 46

تبصرے 47

	مبصر
غبار فکر/ اے جے مالوی	ابراہیم افسر
گردش ناتمام/ راشد طراز	بدنام نظر
محبّ اردو حمید انور اور بک امپوریم/ ڈاکٹر محمد ممتاز فرخ	خالد عبادی
راہ ادب میں بھٹکتا مسافر/ عارف نقوی	جمال عباس فہمی
موج غبار/ ڈاکٹر شرف الدین ساحل	حبیب سیفی

مراسلات 53

ڈاکٹر محمد مستمر

اکبر الہ آبادی: اُردو ناقدین کی نظر میں

اکبر الہ آبادی 16 رنومبر 1846 کو موضع بارہ، ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے اور 9 رستمبر 1921 کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ یہاں تاریخ ولادت و وفات درج کرنے کا ایک خاص مقصد یہ بھی ہے کہ ہمیں اکبر کے پورے عہد کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اگر ہم چھیالیس میں دس سال اور جوڑ دیں تو 1856 بنتا ہے۔ اس حساب سے دیکھا جائے تو اکبر نے پورے 65 برس اپنے معاشرے، سماج، ماحول اور گرد و پیش کا مشاہدہ و تجزیہ کیا ہے۔ اکبر کے فن کو سمجھنے اور جاننے کے لئے ناقدینِ ادب کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اُس دور کے 65 برسوں کے سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور صنعت و حرفت کا بھی جائزہ لیں جن کا تعلق عہدِ اکبر سے ہے کیونکہ کسی بھی فنکار کے فن کو ہم صحیح طور پر تب تک نہیں جان سکتے جب تک کہ ہم اس کے عہد کا مطالعہ نہ کر لیں۔

سر سید احمد خاں کے عہد کو اکبر نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ 42 برس تک دیکھا۔ اگر ہم دس برس کی نفی کر دیں تو 32 سال باقی رہتے ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ بیس برس کی عمر سے اکبر سر سید کے مشن اور مقاصد کو سمجھنے لگے تھے۔ جب ہم اکبر کی شاعری کا عہد بہ عہد مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر منکشف ہونے میں دیر نہیں لگتی کہ اکبر نے اپنی شاعری کی شروعات کس طرح کے موضوعات سے کی تھی۔ اکبر کی شاعری کا آغاز بھی وہی روایتی رنگِ سخن اور موضوعات سے ہوتا ہے جس کی اساس غزل بہ معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں سے مخاطب ہونے کے ہیں۔ اکبر نے جس دور میں آنکھیں کھولی تھیں وہ دور انگریزوں کی غلامی کا دور تھا۔ 1857 کا دور سیاسی، سماجی، معاشی، اقتصادی اور ادبی یعنی ہر اعتبار سے نشاۃ الثانیہ کہلاتا ہے۔ ہندوستانیوں کی زندگی خاص طور پر مسلمانوں میں ایک اتھل پتھل تھی۔ مسلمان عجیب قسم کے نفسیاتی بحران میں مبتلا تھے۔ ایک طرف ان کے سامنے دینی مسائل تھے تو دوسری جانب مغربی تعلیم کی یلغار تھی۔ اکبر نے ان دونوں متضاد مسئلوں کے درمیان ایک معتدل رویہ اپنایا۔ انہوں نے دینی مسئلے کو بھی سمجھا اور مغربی تعلیم کی ضرورت کو بھی مدِ نظر رکھا۔ جیسا کہ میں نے ماقبل کہا ہے کہ اکبر کی ابتدائی شاعری میں وہی روایتی اختصاص اور فنی اوصاف موجزن ہیں جو اس وقت قریب قریب سبھی شعرا کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کی غزلوں پر بھی داغ اور امیر مینائی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ یہ امر صرف اکبر کے ساتھ ہی نہیں بلکہ لگ بھگ سبھی شعرا کے ساتھ رہا ہے کہ ابتدائی دور میں ہر سخنور محبوب کے سراپا، معاملہ بندیوں اور زلفِ گرہ گیر کا بیمار و شکار رہا ہے۔ اکبر کی شاعری کا سفر جیسے جیسے آگے بڑھتا اور ان کا شعور بالیدہ اور پختہ ہوتا جاتا ہے تو ان کا رخِ قلم بھی دوسری سمت اختیار کر لیتا ہے۔ شعور کی بالیدگی اور پختگی سے میری مراد چالیس برس کی عمر سے ہے کیونکہ علمِ نفسیات کے مطابق خاص طور پر چالیس برس سے پہلے انسان کے نظریات میں مختلف قسم کے بدلاؤ آتے رہتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم عہد بہ عہد اکبر کی کائناتِ غزل کا مطالعہ کرتے ہیں یا ان کی غزل کے ڈسکورس (Discourse) پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اکبر اُس خول سے باہر آنا شروع کرتے ہیں جس روایتی خول میں وہ کم و بیش بیس برس تک قید رہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ان کی شاعری پر داغ اور امیر مینائی کا اثر نمایاں ہے، لیکن یہاں ایک بات یہ بھی ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ اگرچہ ان کے یہاں داغ اور امیر مینائی کے رنگِ سخن کی پرت چڑھی ہے تاہم ان کی غزلوں کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رفتہ رفتہ ان کی شاعری پر ان کا اپنا تشخص بھی نمایاں ہونے لگتا ہے--- نیز اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تجربات و مشاہدات اور قوتِ متخیلہ سے غزل کو حسن و عشق کے معاملے میں بھی ایک نیا رنگ اور آہنگ دینے کی کوشش کر رہے ہیں، جس میں ان کی انفرادیت نظر آتی ہے۔ لہٰذا یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ یہ اکبر کی آواز ہے، اکبر کی شناخت ہے اور وہ اپنے معاصرین شعرا سے جدا نہج کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر اکبر کی آواز دو آوازوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک وہ آواز جس میں حسن و عشق کی کارفرمائیاں اور معاملہ بندیاں پیوست ہیں اور دوسری آواز طنز و مزاح کی آواز ہے۔ ہمارے لئے اکبر کی ان دونوں آوازوں کو سمجھنا لابدی ہو جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ دوسری آواز سے ہی اکبر کے یہاں نیا ڈکشن جنم لیتا ہے اور اس ڈکشن کے بنفسِ نفیس اکبر ہی موجد ہیں اور اکبر ہی خاتم۔ نیز اکبر کے ڈکشن کی اگر ایک فہرست تیار کی جائے تو اس کے لئے بہت سے صفحات درکار و مطلوب ہیں اور یہ مقالہ یہاں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اتنا سمجھ لینا ہمارے لئے کافی ہے کہ ہر فنکار یا قلم کار کا ڈکشن اپنی کائنات خود وضع کرتا ہے۔ ڈکشن ہی فنکار کے تخیل، فکر، نہج اور نفسیاتی عوامل کا پتہ دیتا ہے بلکہ ڈکشن ایک ایسا آلہ ہے جس سے قلم کار کے سیاسی، سماجی، معاشرتی، اقتصادی اور صنعتی و حرفتی نیز مذہبی اور غیر مذہبی شعور کا عرفان ہوتا ہے۔ ڈکشن یا تفحصِ الفاظ کے معاملے میں اکبر کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے انگریزی الفاظ کو اردو کا ایسا پیراہن عطا کیا کہ وہ صرف دیدہ زیب نہیں یا اکبر نے ان لفظوں سے زرکاری اور زرنگاری کا ہی کام نہیں لیا بلکہ وہ انگریزی الفاظ معنی آفریدہ بھی بن گئے۔ نیز اکبر کی یہی انگریزی علامتیں، استعارے، رعایتِ لفظی اور الفاظ کی تحریف، اکبر کی ذہانت و فطانت، دور بینی اور دور اندیشی کا پتہ دیتی ہے--- اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اکبر کے سامنے دو مسئلے تھے، ایک دینی اور دوسرا مغربی تعلیم کی یلغار یا مشرقی اور مغربی تہذیب کا تصادم۔ یہی دو چیزیں جس میں ضمنی باتیں مثلاً اخلاقیات، تصوف، تزکیۂ نفس، اسوۂ حسنہ، سیاسی و سماجی شعور شامل ہیں، جس باعث ہمارے ناقدینِ ادب نے اکبر کے کلام اور شخصیت کو سمجھنے کی کوششیں کی ہیں۔ کسی نے اکبر کو حریت پسند، کسی نے رجعت پسند، کسی نے طنز و مزاح کا بڑا شاعر اور کسی نے اکبر کو انگریزی تعلیم کے مخالف بتایا۔ ساتھ ہی یہ بھی باتیں ہوئیں کہ اکبر تمام جدید اشیا جیسے ریل، چھاپہ خانہ، ٹیلی فون، تار وغیرہ ایجادات کے بھی مخالف تھے۔ کسی نے انہیں لڑکیوں کی تعلیم اور آزادی کا مخالف بھی بتایا جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اکبر ایک عرصے بعد ایسے شاعر کے طور پر برِ صغیر کے سیاسی، سماجی اور ادبی منظر نامے

mohdmustamir@gmail.com (اسسٹنٹ پروفیسر ذاکر حسین کالج، دہلی)

فہرست

۱۔ پشکرناتھ اور میں	نور شاہ	11
۲۔ ''سبزہ سے صحرا تک'' پیارے ہتاشؔ کی شاعری	پروفیسر قدوس جاوید	20
۳۔ پریم چند کے مضامین	ڈاکٹر چمن لعل بھگت	27
۴۔ سردار جاوید خان جاوید کی شاعری میں عصری حقائق	ڈاکٹر عبدالرشید منہاس	32
۵۔ جگر مرادآبادی: شخص اور شاعر	ڈاکٹر فرحت شمیم	42
۶۔ بچوں کے ادب میں ناول نگاری کا فن	شاہد اقبال	47
۷۔ غالب اور اقبال (مشابہت وافتراق کے چند اہم پہلو)	پروفیسر منظر حسین	67
۸۔ غیرافسانوی نثر میں رپورتاژ کا فن	ڈاکٹر جاوید اقبال	81
۹۔ جموں وکشمیر میں اُردو بحیثیت سرکاری زبان	ڈاکٹر ظہور دین	89
۱۰۔ غالبؔ کا سائنسی پہلو	ڈاکٹر خلیل احمد	95
۱۱۔ اردو ادب میں کربلائی عناصر	ڈاکٹر محمد مستمر	102
۱۲۔ اردو میں مریادہ پرشوتم رام اور رامائن کے اردو تراجم	پروفیسر عزیز اللہ شیرانی	116
۱۳۔ جموں وکشمیر میں گوجری غزل گوشعراء: ایک جائزہ	ڈاکٹر عبدالمجید کھٹانہ	130

اردو ادب میں کربلائی عناصر

ڈاکٹر محمد مستمر

بات جب ہم 'لفظِ کربلا' کی کرتے ہیں تو ہمارا ذہن فوراً واقعاتِ کربلا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ سارے کردار جن کی تعداد بہتر ہے، ایک ایک کر کے ہماری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں۔ تاریخ کے حوالے سے بھی اور شاعری کے دریچوں سے بھی۔ لیکن یہاں سوال یہ قائم یا کھڑا ہوتا ہے کہ کیا صرف ''ساحل سے سر ٹپکتی تھیں موجیں فرات کی'' روداد کا نام ہی میدانِ کربلا ہے یا ''پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی'' کا نام ہی واقعاتِ کربلا ہے؟ یا اس سے پہلے کی جنگیں جو نبی کریمؐ کے دور میں ہوئیں اس میں کربلائی عناصر نہیں ہیں؟ دل اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے صحابۂ کرام کے واقعات تاریخ کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں، جس میں 'کرب' بھی ہے اور 'بلا' بھی --- اور انہی دو لفظوں کا مرکب ہے کربلا جس میں واو حرفِ عطف کو حذف کر کے 'کربلا' وجود میں لایا گیا جو بطور استعارہ اردو شاعری میں کثرت سے استعمال ہوتا آ رہا ہے۔ درحقیقت یہ استعارہ 'ظلم و جبر' کا استعارہ ہے۔ کرب اور بلا کی چیخیں اور آہیں حضرت آدم سے لے کر دورِ حاضر تک حلول بھی ہیں اور منتشر بھی۔ ایسے ایسے دل دوز اور روح کو مجروح کر دینے والے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ جن کو اگر ایک جگہ ترتیب دیا جائے تو کئی ضخیم کتابیں وجود میں آ سکتی ہیں۔ ان کربلائی واقعات کو ہر دور اور ہر زبان کے شاعر نے اپنے شعروں میں پیش کیا ہے۔ ہندی اور سنسکرت میں 'کرون رس' کا جنم ایسے ہی واقعات کا مرہونِ منت ہے۔ جس کو کربلا کا

فہرست

اداریہ	محمد سلیم (علیگ)	05
شعری متن میں معنی کا عمل	پروفیسر قدوس جاوید	08
معاصر نظم کا وجودی سیاق	پروفیسر آفتاب احمد آفاقی	24
معاصر اردو غزل: امریکہ میں	ڈاکٹر سید احمد قادری	38
معاصر شاعری کی تنقیدی بیاض	حقانی القاسمی	54
نئی غزل ایک مطالعہ	ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی	96
جدید اردو غزل میں ہیئت کے تجربے	ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی	129
اکیسویں صدی کی ہندوستانی غزل گو شاعرات	ڈاکٹر محمد مستمر	145
معاصر اُردو شاعری: بیسوی صدی کی شاعرات کے حوالے سے	امیر نہٹوری	167
معاصر اردو نظم: ایک تعارفی نوٹ	ڈاکٹر عبدالسمیع	185
اردو غزل کا جدید عالمی منظر نامہ	ایم۔نصر اللہ نصر	199
نئی نسل اور اردو غزل (بہار کے تناظر میں)	کامران غنی صبا	222
جدید اردو نظموں میں موضوعاتی تنوع اور شعری طریقۂ کار	ڈاکٹر اکرم وارث	230
معاصر اردو شاعری	ڈاکٹر کے پی شمس الدین	238
معاصر فارسی شاعری کے رجحانات	ڈاکٹر صالحہ رشید	246
منفرد لب و لہجے کے شاعر: اطہر نیازی	ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا	258
''دُنیا میرے آگے'' ایک اجمالی جائزہ	اسلم چشتی	263
پروفیسر عبدالمنان طرزی: بہار کے ادبی افق کا روشن ستارہ	ڈاکٹر محمد ارشد حسین	267
یک مصرعی نظموں کے موجد ڈاکٹر رؤف خیر	ڈاکٹر عبدالقدوس	270
کوثر مظہری کا شعری اظہار	ڈاکٹر خان محمد رضوان	274
بڑے شہر کے تنہا آدمی کی کہانی اور پرویز شہریار	تبسم فاطمہ	287
ذرا سی بات پہ آنگن کا کٹ گیا تھا درخت	ڈاکٹر صفدر امام قادری	295
عصر حاضر کے ممتاز شاعر (دل تاج محلی) کی غزلوں کا فکری و فنی مطالعہ	ڈاکٹر صالحہ صدیقی	309

ڈاکٹر محمد مستمر
(دہلی)

اکیسویں صدی کی ہندوستانی غزل گو شاعرات

میں یہاں بغیر کسی تمہید یا پس منظر کے براہِ راست اکیسویں صدی کی ہندوستانی غزل گو شاعرات کا ذکر کرنا چاہوں گا، اُس تناظر میں کہ کیسے انھوں نے عالمی گاؤں کے بدلتے منظر نامے، تغیر پذیر ہوتی تہذیب و ثقافت، شکست و ریخت، بدلتی انسانی سائیکی نیز ہندوستانی ماحول، سماجی و سیاسی مسائل اور مشرقی تہذیب پر مغربی تہذیب کے اثرات کیسے مرتب ہورہے ہیں وغیرہ نکات و پہلوؤں کو اپنی کائناتِ غزل کا حصہ بنایا ہے یا پھر وہ اُسی روایتی نسائی لب ولہجہ کے تحت شاعری کررہی ہیں جن کی بنیادیں قدیم شاعرات نے ایستادہ کی تھیں۔۔۔؟ میں نے یہ بات اپنے مضمون بعنوان ''اکیسویں صدی میں غزل کے تیور'' میں بھی کی ہے کہ جب زمانہ کروٹ لیتا ہے، دگرگوں ہوتا ہے تو ادب بھی کروٹ لئے بغیر نہیں رہتا۔ سماج نئے پیراہن بدلتا ہے تو ادب بھی نیا لباس تبدیل کرتا ہے۔ وہ بھی نئے الفاظ اور نئے اصطلاحات، تمثیلات، استعارات اور تشبیہات سے رشتہ جوڑتا ہے۔ اکثر لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ اب جوش، فیض، احمد فراز اور بشیر بدر کے بعد کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ اسی پہلو پر محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب 'آبِ حیات' میں کچھ اسی طرح کی بات کی ہے:

> ''پہلے بزرگ گرد و پیش کے باغوں کا پتہ پتہ کام میں لا چکے تھے۔ اب نئے پھول کہاں سے لاتے۔ آگے جانے کی سڑک نہ تھی۔ اور سڑک نکالنے کے لئے سامان نہ تھے، ناچار اس طرح استادی کا نقارہ بجایا۔ اور ہم عصروں میں تاجِ افتخار پایا۔'' (ص:326)

مذکورہ بالا عبارت سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اور نتیجہ برآمد کرسکتے ہیں کہ محمد حسین آزاد کا نقطۂ نظر کیا ہے اور وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یعنی انھوں نے شاعری کے تعلق سے فُل سٹاپ لگادیا